www.allurdu.com

فرحت اشتیاق

یہ شام کیسی شام ہے

"ہائے اللہ بھابھی! کیا بتاؤں آپ کو' مجھے ووٹ ڈالنے کا کس قدر شوق ہے۔ ابھی جو الیکشن ہوئے اور پچھلے سال جو سٹی گورنمنٹ کے انتخابات ہوئے تو دونوں مرتبہ میں پاکستان میں نہیں تھی ورنہ میں تو ووٹ ڈالنے لازمی جاتی۔" ساحرہ بھابھی آنے والے الیکشنز کے حوالے سے خاصی پرجوش نظر آرہی تھیں۔

"اب تو آپ ووٹ ڈال بھی سکتی ہیں۔ ووٹر کی کم سے کم عمر ۱۸ سال جو کردی گئی ہے۔"

کہا تو میں نے طنزیہ انداز میں تھا مگر وہ اپنی عمر کے بارے میں اتنی کوشش رہا کرتی تھیں کہ میرا طنز مجھے پر ہی شرمائے ہوئے انداز میں ہنس پڑیں۔

"آپ بھی بھابھی بس! بناتی بہت ہیں۔ اب خیر میں اٹھارہ سال کی بھی نہیں ہوں' ہاں جب ۹۷ء۹۶ میں الیکشن ہوئے تو میرا بہت دل چاہا تھا ووٹ ڈالنے کو لیکن..."

"لیکن اس وقت تو آپ کا شناختی کارڈ بھی نہیں بنا تھا۔" میں نے بظاہر دوستانہ انداز میں مسکراتے ہوئے ان کی بات کاٹی تو وہ میرے ان کو اتنا "چھوٹا" سمجھنے پر خوشی سے پھولی نہ سمائیں۔ ٹوتھ پیسٹ کا اشتہار بنی وہ مسلسل خوشگوار انداز میں مسکرائے جارہی تھیں۔

"مگر اب تو ووٹر کی عمر بھی ۱۸ سال کردی گئی ہے اور ووٹ کے لیے رجسٹرڈ ہونے کی کوئی شرط بھی عائد نہیں کی گئی ہے۔ لہٰذا آپ کا شوق انشاء اللہ اس بار ضرور پورا ہوہی جائے گا۔"

میں نے پھر لفظوں میں مٹھاس گھول کر ان پر وار کیا۔ اب کی بار ان کے چہرے پر کچھ ناگواری سی پھیل گئی۔ اپنے کانوینٹ سے پڑھے ہوئے ہونے پر تو انہیں ہمیشہ ہی فخر رہا ہے۔ کانوینٹ سے پڑھا ہوا ہے یا نہیں' بھی' انٹر کے مساوی تعلیم ہے ان کی۔ ثابت کرنا چاہیں تو نااہل قرار پاسکتی ہیں۔ لیکن اپنی کمزوری بہت ہے انہیں۔ پہلی ہی ملاقات میں انہوں نے ابتدائی اسکولنگ اور پھر پاکستان آکر پڑھنے کا قصہ تفصیلی سنادیا تھا۔ میرے سامنے بہت پوز کرکے برٹش لب ولہجے میں انگریزی اس طرح بولی جاتی ہے کہ اکثر میرا دل چاہتا ہے میں اپنی ایم اے انگلش فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن کی ڈگری لاکر ان کے سامنے رکھ دوں اس پر چھوٹا بننے کا بہت شوق ہے۔

"پہلے پہل کراچی آنے پر جب میں ان سے ملی تو ان کی بات ترتیب نوادر سات سال کی بیٹیوں کو دیکھ کر میں نے یہی سوچا تھا کہ ان کی شادی یقیناً" کم عمری میں ہوگئی ہوگی۔ وہ عمر میں مجھ سے شاید پانچ چھ سال بڑی ہوں گی اور اتنی سی عمر کی بڑائی پر انہیں آپ جناب اور بھابھی وغیرہ کے نام سے بلانا مجھے آکورڈ لگا تھا۔ اس لیے میں نے عورتوں کی مخصوص فطرت سے ہٹ کر انہیں ان کے نام ساحرہ سے اور تم کرکے باتیں شروع کردیں۔ اصولاً" انہیں میری اس بڑائی اور اعلیٰ ظرفی تسلیم کرنا چاہیے تھا۔ ایک تو وہ ویسے ہی عمر میں مجھ سے بڑی تھیں پھر دو بچیوں کی اماں جان' جب کہ میں

ناولٹ

www.allurdu.com

نئی نویلی شادی شدہ' تازہ تازہ یونیورسٹی سے فارغ شدہ۔ مگر انہوں نے بجائے میری اعلیٰ ظرفی سے متاثر ہونے کے میرے ایم اے پاس ہونے کا سنتے ہی مجھے امیمہ بھابھی' امیمہ بھابھی کہنا شروع کردیا۔ دل ہی دل میں تو میں جل بھن کر خاک ہوگئی' فوراً ہی اپنی اعلا ظرفی سے دست بردار ہوتے ہوئے میں نے بھی جواباً انہیں ساحرہ بھابھی کہنا شروع کردیا۔ کہتے ہیں عورتیں عمر چھپانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتیں' ان سے مل کر اس بات کی صداقت پر مجھے یقین آگیا تھا۔ کبھی کسی پرانے واقعہ کا حوالہ دے دیں تو فوراً ہی اس فکر سے کہ کہیں میں اس سے ان کی صحیح عمر کا اندازہ نہ لگالوں' جھٹ کہیں گی۔

"گلف وار جب ہوئی میں اسکول میں پڑھتی تھی۔ اس وقت تو اتنے چھوٹے تھے کہ یہ بات سمجھ میں ہی نہیں آرہی تھی کہ عراق نے کویت پر آخر حملہ کیا ہی کیوں؟ جو اب امریکہ کے ہاتھ اپنی شامت بلوا بیٹھا ہے۔"

جوتوں سمیت آنکھوں میں گھسنا شاید اسے ہی کہا جاتا ہے۔

"میں یہ چھوٹی سی بچی تھیں اور اسکول میں پڑھتی تھیں۔ عمر چھپانے کے معاملے میں تو انہوں نے ہماری فلمی اداکاراؤں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اب تو میں نے اپنی پانچ چھ سال والی رائے پر بھی نظرثانی کرلی تھی۔ میرا خیال ہے یہ اس سے کچھ زیادہ ہی بڑی ہوں گی۔ چھیل چھبیلی بنی پھرتی ہیں' کالج گرلز جیسی ڈریسنگ اور ناز و ادا ایسے کپڑے تو میں نہیں پہنتی' ہر فیشن بے دھڑک اپنالیتی ہیں۔ اپنی عمر اور جثہ دیکھے بغیر پچانوے کلو وزن کے ساتھ زپ اور پلیٹوں والی خوب تنگ شرٹ اور ٹراؤزر پہنے' جب میں نے انہیں دیکھا تو بمشکل اپنی مسکراہٹ ان سے چھپائی تھی۔ میری مسکراہٹ سے بے نیاز وہ خود کو قلوپطرہ سے کم نہیں سمجھ رہی تھیں۔

خوب صورت وہ بے شک بہت ہیں' لیکن اس حسن پر داغ اس موٹاپے کی وجہ سے لگ گیا ہے۔ شانوں پر لاپروائی سے دوپٹہ ڈالے اور بالوں کی بیچ کی مانگ نکال کر دونوں طرف میٹرک اور انٹر کی بچیوں کی طرح بیئر کلپ بھی ایسے ہوتے ہیں کہ کسی کی اسٹرابیریز بنی ہیں' کسی پر ٹیڈی بیئر' کسی پر خوب صورت اور کیوٹ سی تتلی بنی ہے۔ شروع شروع میں میں حیران بھی ہوئی اور مجھے ہنسی بھی بہت آئی مگر پھر آہستہ آہستہ ان کا پراہلم میری سمجھ میں آتی گیا۔ وہ واقعی خود کو اٹھارہ سے اوپر ماننے کو تیار ہی نہیں تھیں۔

ساحرہ بھابھی میرے برابر والے فلیٹ میں رہتی ہیں۔

اسامہ کی کراچی پوسٹنگ ہوئی تو میرے لیے یہ بہت بڑی خوشی کی خبر تھی۔

ساس نندوں کو بھگتنا کوئی آسان کام نہیں' میں نے شادی کے چھ مہینوں میں ہی تنگ آگئی تھی۔ ساس میری ایسی مکار اور چالاک خاتون ہیں کہ کیا بتاؤں۔ اوپر سے بیٹا پوری طرح اماں کے کنٹرول میں ہے میرا کیا مجال کے کبھی پلٹ کر انہیں کوئی جواب دے سکوں۔ بات بات پر روک ٹوک اور تنقید۔ ایسے میں سسرالیوں سے پیچھا چھٹنے کا سن کر میرا دل باغ باغ ہوگیا تھا۔ مجھے خوشی خوشی گراچی جانے کی تیاری کرتا دیکھ کر اسامہ بڑی بے مروتی سے بولے۔

"تم کہاں کی تیاری کررہی ہو' میں کراچی اکیلا جاؤں گا۔ ممی کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ حرا کی ابھی کالج کی اور پڑھائی کی مصروفیت ہے۔ ایسے میں کوئی تو ہو ان کے پاس۔"

میرا دل جل کر خاک ہوگیا تھا۔ ماں باپ کی مکمل تہذیب اور مروت آڑے آگئی تھی ورنہ پوچھتی کہ کیا یہاں مجھے ممی کی خدمت کے لیے لایا گیا ہے اور کہ میں موجود نوکر کیا مرگئے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر خادم میرے سسر جو بیگم کے آگے اف تک نہیں کرتے۔ پتا نہیں بڑی بی نے بیٹوں کے ساتھ ساتھ میاں کو بھی کس طرح قابو کرکے رکھا ہوا ہے۔ بھلا ہے ان کی مرضی کے بغیر پتہ بھی ہل سکے۔ میرے دل پھلانے اور ناراض ہونے کا اسامہ نے رتی برابر اس

نوٹس نہیں لیا تھا۔ نہ آیا ہمیں اپنی ساس کی طرح یہاں کو قابو کرنا اور اپنے اشاروں پر چلانا۔ حالانکہ شادی کے شروع شروع کے دنوں میں' میں اسامہ کو بڑا وہ ٹائپ قسم کا انسان سمجھتی تھی لیکن ہنی مون پیریڈ ختم ہوتے ہی میری یہ خوش فہمی بھی بھاپ بن کر اڑ گئی تھی۔ میں جو یہ سمجھا کرتی تھی کہ شادی کے اولین دنوں کی طرح وہ ساری زندگی "جادو ہیں تیرے نین' غزالاں سے کہوں گا۔"

کہتے ہوئے گزار دیں گے قطعاً" غلط ثابت ہوچکا تھا۔ اب تو انہیں سوائے مجھ میں عیب نکالنے اور وقت بے وقت رعب جمانے کے کچھ آتا ہی نہیں تھا۔

ناچار دل پر پتھر رکھ کر میں خاموش ہوگئی تھی میری ناراضی کی وہاں پروا کسے تھی۔ لیکن اماں نے بیٹے کو ہی تھوڑی قابو میں کرکے رکھا ہوا تھا۔ جب اچھی طرح بیٹے کے ہاتھوں اس حوالے سے میرا دل جلوا چکیں تو ازخود ہی بیٹے کے پیچھے لگ گئیں کہ

"اکیلے کیسے رہو گے۔ امیمہ کو بھی ساتھ لے جاؤ' ان کی شادی ہوئی ہے وہاں خوب گھومنا پھرنا۔"

میری بات کی تو کوئی ویلیو ہی نہیں تھی لیکن امی کا حکم کیسے ٹالا جاسکتا تھا۔ ساتھ ساتھ ممی کی شان میں بھی قصیدے بھی میرے سامنے پڑھے گئے جو ہوکا انہیں کرنا تھیں۔

مجھے کراچی ساتھ لے جاکر گویا میرے اوپر ایک طرح سے احسان کیا گیا تھا۔

اپنے اوپر کیے جانے والے اس احسان کے باوجود میں اسامہ کے ساتھ جانے پر بہت خوش تھی۔ وہاں ہم دونوں اکیلے ہوں گے۔ کوئی ان کے کان بھرنے والا بھی نہیں ہوگا۔ دو تین مہینوں میں ہی انہیں ممی کے اثر سے نکال دوں گی۔ اسامہ کی جاب بھی بہت شاندار تھی ان کی فرم کی طرف سے انہیں کراچی کے پوش علاقے میں فرنشڈ اپارٹمنٹ بمعہ گاڑی ملا تھا۔ الگ رہنے کی حسرت کس لڑکی کو نہیں ہوتی' میں تو مارے سلان سے آراستہ' جے سجائے فلیٹ کو دیکھ کر خوشی سے پاگل ہوگئی تھی۔ حالانکہ اسلام آباد میں میرا سسرالی گھر بہت شاندار اور ہوا تھا مگر وہاں میرا دل جلانے کو ہر وقت ساس اماں جو موجود رہا کرتی تھیں۔ یہاں تو میں اپنی مرضی سے رہوں گی۔ اپنی مرضی سے سوؤں گی۔ اپنی مرضی سے اٹھوں گی۔ اپنی مرضی کا کھانا پکاؤں گی۔

لیکن وائے افسوس میری قسمت میں اپنی مرضی کی زندگی گزارنا لکھا ہی نہیں گیا تھا۔ ممی نہیں تھیں تو ان کا بیٹا ان کی کمی پوری کرنے کو سارا وقت مجھے نچائے رکھتا تھا۔ کبھی کبھی تو اسامہ مجھے اپنی ساس کی فوٹو کاپی لگنے لگتے۔ میرا سونا' آرام کرنا' سب انہیں زہر لگتا ہے۔ کبھی جو اس بات کا لحاظ کرلیں کہ بیگم میری اتنی میٹھی اور گہری نیند سو رہی ہیں تو چلو آج میں خود ہی ناشتہ کرکے آفس چلا جاؤں۔ بیچ چلا کر مجھے جگایا جائے گا۔ ساتھ ساتھ لعن طعن کی جائے گی کہ رات ہی ان کے کپڑے وغیرہ نکال کر کیوں نہیں رکھے تھے۔ ناشتا صاحب بہادر کی مرضی کا ہونا چاہیے ورنہ ایسی ایسی باتیں سننے کو ملتی ہیں کہ توبہ بھلی۔ اور تو اور جوتے بھی میں پالش کروں۔ پکی نوکرانی سمجھ لیا گیا ہے مجھے۔ اس پر بھی اکثر پھوہڑ عورت اور جاہل عورت کے القاب سے نوازا جاتا ہے۔ اور یہ القاب صبح آفس سے لیٹ ہونے کی صورت میں سخت طیش کے عالم میں دیے جاتے ہیں۔

ہماری شادی کسی ایفیئر کا نتیجہ نہیں' جو میں ان کے بدلے رویوں پر گزعموں کہ پہلے تو یوں میرے ساتھ پیار بھری باتیں کی جاتی تھیں اور ویسے تو شادی محبت کرکے کی جائے یا بغیر محبت کے بھروسے کے حالات دونوں ہی صورتوں میں اسی قسم کے ہی ہوتے ہیں۔ سیدھی سادی ارینجڈ میرج ہے ہماری۔

میری بڑی نند عظمیٰ آپی نے ایک محفل میلاد میں مجھے دیکھتے ہی اپنے لاتعلق فائق اور ہینڈسم بھائی کے لیے پسند کرلیا تھا۔ انہیں اپنے بے شمار خوبیوں کے مالک' لاڈلے بھائی کے لیے جو پوری طرح اماں اور بہنوں کے کہنے میں تھا' ایک بھولی بھالی اور سیدھی سادی لڑکی کی

www.allurdu.com

تلاش تھی اور مجھ معصوم کی شکل میں ان کی یہ خواہش پوری ہوگئی تھی۔ ان لوگوں کی مکاریاں دیکھ کر تو اب میں سوچتی ہوں کاش اسامہ کی کسی تیز اور چالاک سی لڑکی سے شادی ہوئی ہوتی' چار دن میں سب کو چھٹی کا دودھ نہ یاد دلا دیتی۔ میری جیسی بے زبان اللہ میاں کی گائے (جسے جس کا جی چاہے کھدے) کا تو یہاں گزارا ہی نہیں۔

♥ ♡ ▽ ♥

ہمیں کراچی آئے تیسرا دن تھا جب ایک روز دوپہر کے وقت ساحرہ بھابھی مجھ سے ملنے چلی آئیں۔ وہ میری ان سے پہلی ملاقات تھی اور پہلی ملاقات میں ہی خاتون مجھے خاصی چھچھوری لگی تھیں۔ لیکن نیا شہر تھا یہاں کی جگہوں اور لوگوں سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے کسی نہ کسی سے دوستی تو کرنی ہی تھی۔ اس لیے ان کی بہت سی عادتیں پسند نہ آنے کے باوجود بھی میں انہیں برداشت کرلیا کرتی تھی۔ اتفاق کی بات ہے کہ ساحرہ بھابھی کے شوہر' اسامہ کے یونیورسٹی فیلو نکلے۔ دراصل اسامہ نے ایم ایس سی کراچی یونیورسٹی سے ہی کیا ہے۔ پڑھائی کی وجہ سے وہ کئی سال کراچی میں رہے تھے اس لیے انہیں کراچی کے راستوں اور جگہوں سے مکمل شناسائی تھی۔ عدیل بھائی' اسامہ کے پرانے دوست اور واقف کار نکلے تو مزید ہمارے گھرانوں میں قربت پیدا ہوگئی۔

ساحرہ بھابھی کے ساتھ میں نے کراچی کے مختلف شاپنگ سینٹرز و سپر مارکیٹوں کا دورہ کیا۔ گھر کے لیے ضرورت کی خاص' خاص چیزیں خریدیں۔ وہ بھاؤ تاؤ بھی ٹھیک ٹھاک کرلیا کرتی تھیں ورنہ مجھے تو دکانداروں سے قیمتیں کم کروانی کبھی نہیں آئیں۔ ان کی باتیں اگر آپ میں برداشت کرنے کا حوصلہ ہے تو پھر ان کے ساتھ کے کئی فائدے بھی ہیں اور باتیں ان کی وہی چھچھوری جنہیں میں بمشکل برداشت کیا کرتی تھی۔

"میں لندن میں پیدا ہوئی' میری ابتدائی تعلیم وہیں ہوئی۔" حالانکہ "ان" کی خود کی انگلش اتنی اچھی ہے لیکن میرے آگے "نہیں" بھی Oxford dictionary کی مدد لینی پڑتی ہے۔

وہ عدیل بھائی کا نام نہیں لیتی تھیں۔ ٹیپکل خاتون جو شوہر بیچارے کا ذکر ہر وقت یہ' وہ' ان' انہیں کہہ کر کیا کرتی تھیں شادی سے پہلے ہم لڑکیوں کا گروپ عورتوں کی اس قسم (جو شوہروں کو اسم سے مخاطب کرتی ہیں) کا مل کھول کر مذاق اڑایا کرتے تھے لیکن شادی کے بعد میں نے ایسی خواتین کا مذاق اڑانا بالکل چھوڑ دیا ہے۔ خود میری ساس کو میرا اسامہ نام لینا سخت ناپسند ہے اور شادی کے ابتدائی دنوں میں انہوں نے مجھے اسامہ کو اسامہ کہنے سے منع کیا تھا۔ اب میں بغیر نام لیے آپ جناب کرکے ہی ان سے بات کیا کرتی ہوں۔

ہاں پیچھے میں کسی سے ان کے بارے میں بات کر رہی ہوں تو بھی یہ' وہ اور ان نہیں کرتی۔ سیدھا سیدھا نام لیتی ہوں ان کا نام تو ویسے بھی آج کل زبان زد عام ہے۔ ہر چھوٹے بڑے کے منہ پر یہی نام ہے یہاں تک کہ امریکی صدر تک کو سوتے میں "اسامہ اسامہ" کی آوازیں اور اسامہ کے بھوت اردگرد ناچتے نظر آتے ہیں۔ ایسے میں اگر میں ان کا نام لے لیتی ہوں تو مضائقہ ہی کیا ہے۔

اسامہ نام سے یاد آیا' اسامہ کا ایک دوست امریکہ میں رہتا ہے۔ پچھلے دنوں اس بے چارے کی کم بختی آئی اور اس نے دوست کی محبت میں آکر ایک مختصر سا E-mail انہیں بھیج دی۔ جس میں صرف یہ لکھا تھا۔ "اسامہ! میں خیریت سے ہوں تم کیسے ہو؟"

ابھی E-Mail بھیجے کوئی گھنٹہ ہی ہوا ہوگا کہ ایف بی آئی والے اس کے گھر پہنچ گئے' بڑی مشکلوں سے بے چارے کی گلوخلاصی ہوئی۔

افوہ میں بھی کہاں سے کہاں نکل جاتی ہوں۔ بات ہو رہی تھی ساحرہ بھابھی کی اور اچھی باتوں اور شو آف کی۔ ایسی چھچھوری عورت میں نے ساری زندگی نہیں دیکھی۔ اپنی لندن کی تعلیم پر تو جو غرور انہیں ہے سو ہے۔ میاں کی تعلیم اور پوسٹ پر بھی خوب دل کھول کر اتراتی ہیں محترمہ۔

"اب میں اتنے بڑے آفیسر کی بیوی ہوں' خود کو مین مین کرکے نہ رکھوں اور اپنی Appearance کا خیال نہ رکھوں تو لوگ کیا کہیں گے۔ اس لیے لباس اور تیاری پہ اتنی توجہ دیتی ہوں۔" اپنے ساتھ بیوٹی پارلر لے جاتے ہوئے انہوں نے فخریہ سر اونچا کرکے کہا تھا۔

ہر مہینہ جس پارلر وہ جاتی تھیں وہیں میں بھی جانے لگی تھی۔ وہاں ان کی اچھی واقفیت تھی اس لیے میرا کام بھی ان کے ساتھ آنے کی وجہ سے اچھا ہو جایا کرتا تھا۔ ورنہ یہاں وہاں سے بالوں کی کٹنگ کروا کر تو میں کبھی مطمئن ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ بچیاں ان کی دونوں ماما پاپا کی میں پڑھ رہی ہیں۔ بچیوں کی اچھی اسکولنگ پر بھی انہیں بڑا ناز تھا۔ کوئی پوچھے نہ پوچھے خود ہی۔

"فروا اور مریم ماما پاپا کی میں پڑھتی ہیں۔" بتایا کرتی تھیں۔

کوئی نئی شاپنگ کی گئی ہے تو جب تک سارے جگ میں اس کی تشہیر نہ کرلیتیں ان کا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔

"یہ Noritake کا ڈنر سیٹ" "انہوں" نے کل بلازہ سے خریدا لیا۔ حالانکہ میں منع بھی کر رہی تھی کہ کیا ضرورت ہے اتنی مہنگی کراکری خریدنے کی۔ مگر انہیں" پتا ہے ناں کہ مجھے برتن جمع کرنے کا کریز ہے اس لیے پیسوں کی پروا کیے بغیر اتنا مہنگا ڈنر سیٹ خرید لیا۔ اب اس کی قیمت میں آپ کو کیا بتاؤں۔ آپ خود سمجھدار ہیں۔ Original جاپانی ہے۔ اور ڈیزائن بھی بالکل نیا ہے۔ چھیانوے پیسز کا۔"

ساری بلڈنگ میں وہ اپنی شاپنگز کا ڈھنڈورا پیٹتی پھریں۔ روز مرہ کے گھریلو استعمال کی اشیاء کو دیکھ کر تو میں کبھی کوئی خاص متاثر نہیں ہوئی تھی۔ اللہ کا شکر ہے میرے میکے اور اب سسرال میں بھی ضروریات زندگی کی تمام بہترین اور قیمتی اشیاء موجود ہیں لیکن جب انہوں نے اپنی سالگرہ پر عدیل بھائی کی جانب سے تحفے میں ملنے والی وائٹ گولڈ کی پلاٹینم جڑی انگوٹھی دکھائی تو میرا رشک و حسد سے برا حال ہوگیا۔ شادی کے اتنے سالوں بعد بھی عدیل بھائی' بیگم کے اس طرح نخرے اٹھاتے ہیں اور ایک میرے شوہر صاحب ہیں' انہیں تو ایسی باتیں چونچلے بازی نظر آتی ہیں۔ ابھی پچھلے مہینے میری سالگرہ تھی تو انہوں نے مجھے وش تک نہیں کیا تھا۔ جب کہ میں ان کی جانب سے شاندار سے تحفے کینڈل لائٹ ڈنر اور ڈھیر ساری روبانک تفتگو کی آس لگائے بیٹھی تھی۔ سالگرہ سے کئی دن پہلے باتوں باتوں میں اپنی ڈیٹ آف برتھ بھی انہیں بتا دی تھی۔ خوش فہمی ہی تھی میری' جو میں یہ سمجھ رہی تھی کہ انہوں نے میری سالگرہ کا دن یاد رکھ لیا ہوگا اور اب عین سالگرہ کے دن وہ ضرور مجھے سرپرائز دیں گے۔ مگر وہاں تو وہی صبح میری لاپروائیوں پر ناراض ہوتے معمول کے انداز میں آفس روانہ ہوگئی تھی۔

کیسا میرا پھوٹ پھوٹ کر رونے کو دل چاہا تھا اگرچہ مما پاپا اور بہن بھائیوں کے تحائف مجھے بذریعہ کوریئر سروس دوپہر کے وقت مل گئے تھے شام میں۔ سب نے فون کرکے بھی مجھے وش کیا تھا مگر میرا دل پھر بھی

ادارہ خواتین ڈائجسٹ
کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت تحفہ
خواتین کا گھریلو انسائیکلوپیڈیا
شائع ہوگیا ہے
خوبصورت سرورق، آفسٹ چھپائی، مضبوط جلد،
قیمت 600 روپے
پتا نوٹ کرلیں
• مکتبہ عمران ڈائجسٹ، اردو بازار کراچی
• احمد نیوز ایجنسی، فریئر مارکیٹ کراچی
• سلطان نیوز ایجنسی، انارکلی لاہور
• الشرق بک ایجنسی راولپنڈی • ہمدرد نیوز ایجنسی حیدرآباد
ہمدرد نگر، ناظم آباد کراچی
مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار کراچی

www.allurdu.com

خوش نہیں ہوا تھا۔ رات میں جب ان کی نگاہ مما پاپا کے بھیجے گئے تحائف پر پڑی تو انہیں میری سالگرہ یاد آئی تھی۔

"سوری بھئی! میں تمہیں وش کرنا بھول گیا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میں سالگرہ وغیرہ کی خرافات کو مانتا نہیں ہوں، لیکن میرا خیال ہے تمہیں برتھ ڈے منانا اچھا لگتا ہے۔ اپنی وے ہیپی برتھ ڈے۔ ایسا کریں کل کہیں باہر ڈنر کرلیں گے اور پھر تم اپنی پسند کا کوئی گفٹ بھی خرید لینا۔"

اپنی طرف سے یہ میرے ساتھ بڑا غیر معمولی سلوک کیا تھا انہوں نے، مجھے باہر کھانا کھلانے لے جائیں گے اور شاپنگ بھی کرائیں گے۔ میرا دل جل بھن کر رہ گیا تھا، میں نے پھولے منہ سے گفٹ لینے سے انکار اور ڈنر کے لیے جانے سے معذرت کرلی تھی۔ بجائے شرمندہ ہونے کے الٹا وہ میرے ناراض ہونے پر ہنستے رہے تھے۔

پھر اگر یہ انہوں نے مجھے شاپنگ بھی کروائی تھی اور باہر کھانا بھی کھلایا تھا اور وقتی طور پر میں خوش بھی ہوگئی تھی مگر جب ساحرہ بھابھی نے اپنے کینڈل لائٹ ڈنر اور وائٹ گولڈ کی پلاٹینم سے سجی انگوٹھی کے بارے میں مجھے بتایا تو اپنی کم نصیبی پر مجھے بہت رونا آیا۔ کیسے وہ دونوں میاں بیوی نئے نویلے جوڑے کی طرح ساتھ پھرتے تھے۔ عدیل بھائی جیسے اسمارٹ بندے کو اس گوشت کے پہاڑ کو کہیں ساتھ لے جاتے شرمندگی بھی نہیں ہوتی تھی۔

ساحرہ بھابھی کی سسرال کراچی میں ہی تھی۔ وہ خوب لڑ جھگڑ کر وہاں سے شادی کے ایک سال بعد ہی الگ ہوگئی تھیں۔ خود تو خیر کبھی سسرال کی طرف پھٹکتی بھی نہیں تھیں لیکن عدیل بھائی کے بھی اپنے ماں باپ سے ملنے کے لیے جانے پر انہوں نے پابندی عائد کر رکھی تھی۔ ساس بے چاری بیٹے اور پوتیوں کی صورت سے مجبور ہو کر کبھی یہاں ملنے آبھی جاتیں تو وہ انہیں منہ نہیں لگاتی تھیں۔ پھر کئی دنوں تک وہ عدیل بھائی سے بھی ناراض ناراض پھرا کرتی تھیں۔ میں دل ہی دل میں اس بات پر سخت حیران تھی۔ ایسا کون سا تعویذ انہوں نے عدیل بھائی کو گھول کر پلا دیا تھا جو وہ اس طرح ان کے اشاروں پر چلتے تھے۔

میرے دل میں کھدبد ہوتی تھی، دل چاہتا تھا ان سے راز کی یہ بات پوچھوں، آخر وہ کون سا سانچہ ہے جس کی مدد سے شوہر کو غلام بنایا جاسکتا ہے۔ پھر میرے پوچھے بغیر یہ عقدہ ایک روز خود انہوں نے ہی کھول دیا۔ یہ بتا کر کہ ان کی ممی کے ایک پیر صاحب ہیں بہت پہنچے ہوئے اور ان پیر صاحب نے ہی انہیں پڑھی اور دم کی ہوئی چینی، نمک اور کالی مرچیں دی ہیں۔ جن کو وہ عدیل بھائی کی چائے اور کھانے وغیرہ میں بڑے خفیہ طریقے سے استعمال کرتی ہیں۔ اگرچہ یہ بات کسی کو بتانے والی نہیں تھی لیکن زیادہ بولنے کا نقصان یہی تو ہوتا ہے کہ بندہ بولتا پہلے ہے سوچتا بعد میں ہے۔

روانی میں بولتے بولتے اچانک انہیں اپنی بے وقوفی کا احساس ہوا تو چہرے پر ہوائیاں اڑ گئیں۔ پھر اپنی جھینپ مٹانے کے لیے وہ کافی دیر تک اس بات کو اپنا ایک مذاق قرار دینے کی کوشش کرتی رہیں۔ لیکن خیر میں نے بھی کوئی کچی گولیاں نہیں کھیلیں جھوٹ اور سچ میں فرق تو میں کرہی سکتی تھی۔ تب میری سمجھ میں آیا تھا کہ عدیل بھائی کو کاٹھ کا الو انہوں نے کیسے بنایا ہے۔ بے ساختہ میرا دل چاہا کہ میں ان سے پیر صاحب کا پتا پوچھوں اور رازداری کا وعدہ لیتے ہوئے اپنے لیے بھی چینی، نمک اور کالی مرچیں منگوالوں۔ لیکن میری اس خواہش کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ میری ماسٹرز کی ڈگری تھی جو مسلسل میرے اوپر تھوتھو کر رہی تھی۔ پھر یہی ہوا کہ میں ہار گئی، میری ڈگری جیت گئی۔ دل مسوستے ہوئے میں ان سے پیر صاحب کا پتا پوچھے بغیر اٹھ گئی۔

میں نے اسامہ کو ساحرہ بھابھی کی باقی تمام باتیں سنسر کرکے صرف یہ بات بتائی کہ۔

"عدیل بھائی اپنی ساری تنخواہ لاکر بیوی کے ہاتھ پر رکھ دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنے ذاتی اخراجات کے لیے بھی بعد میں ساحرہ بھابھی ہی سے پیسے مانگتے

وہ بہت دیر تک میری طرف دیکھ کر ہنستے رہے تھے۔ ہنسنے کا انداز ایسا تھا جیسے ایک معصوم سے بچے کی کسی حماقت پر کوئی بزرگ بے ساختہ ہنس پڑے۔ ان کے ہنسنے پر میں بھی اپنا مذاق اڑائے جانے پر چڑ گئی تھی۔

"اگر کوئی عورت یہ سمجھتی ہے کہ اسے اپنے شوہر کی گرفت اور تمام تر آزادی بالکل ٹھیک ٹھیک پتا ہے تو پھر وہ اپنے "احمقوں کی جنت" میں رہتی ہے۔"

کچھ دیر بعد اپنی ہنسی کنٹرول کرتے ہوئے انہوں نے مجھے اپنے ہنسنے کی وجہ بتائی تھی۔

"آپ کا مطلب ہے عدیل بھائی اتنے سیدھے نہیں جتنے نظر آتے ہیں۔ لیکن میں آپ کو بتادوں باہر لوگوں کے ساتھ ڈیلنگ میں وہ جتنے بھی تیز ہوں گھر میں ساحرہ بھابھی کے آگے ان کی ایک نہیں چلتی۔ ساحرہ بھابھی کی مرضی کے بغیر وہ اپنے والدین تک سے نہیں ملتے۔"

میں نے جھنجلائے ہوئے انداز میں ان کی تردید کی تھی۔ لہجے میں بہت ساری حسرتیں اور اپنی تقدیر کی ظالمانہ پر ماتم بھی شامل تھا۔ کاش میں ساحرہ بھابھی جیسی خوش نصیب ہوتی، وہ تو واقعی اسم بامسمّیٰ ہیں۔ بڑا سوچ سمجھ کر ان کے ماں باپ نے ان کا نام رکھا ہے۔

♥ ♡ ♡ ♥

دوپہر میں نماز اور کھانے سے فارغ ہو کر بجائے سونے کے میں ساحرہ بھابھی کے گھر آگئی تھی۔ جمیل جانے پر دروازہ فروا نے کھولا تھا۔

"السلام علیکم امیمہ آپی۔" اس نے گرم جوشی سے مجھے سلام کرتے ہوئے اندر آنے کے لیے راستہ دیا تھا۔

شروع شروع میں فروا اور مریم مجھے آنٹی اور اسامہ کو انکل کہہ کر پکارا کرتی تھیں۔ ویسے تو خیر مجھے چھوٹا بننے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ لیکن جب ان کی اماں میرے برابر کی بلکہ مجھ سے بھی چھوٹا بننے کی کوشش کرتی ہیں تو میں کیوں موٹو برتوں، میں نے ایک دو دفعہ کے بعد ہی انہیں آنٹی کہنے پر ٹوک دیا تھا اور خود ہی آپی کہنے کی تجویز انہیں دی تھی۔ جوان دونوں نے مان بھی لی تھی۔ اسامہ کو البتہ اپنے انکل کہلائے جانے پر کوئی اعتراض نہیں ہوا تھا لہٰذا وہ اب بھی انکل ہی کہلائے جاتے تھے۔

"ماما نماز پڑھ رہی ہیں۔" مجھے لاؤنج میں لاکر بٹھاتے ہوئے فروا نے بتایا تھا۔

مریم کبھی وہیں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ دونوں میری آمد سے قبل یقیناً ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھیں۔ میں نے ساحرہ بھابھی کا انتظار کرتے ہوئے وقت گزاری کے لیے ان کے ساتھ ٹی وی دیکھنا شروع کردیا۔ کیبل والے نے اپنے چینل پر ریتھک کی "کہو نا پیار ہے" لگائی ہوئی تھی۔ فلم میں ان دنوں کی دلچسپی قابل دید تھی۔

"امیمہ آپی! یہ مریم ہے نا اس نے "کہو نا پیار ہے" پوری پندرہ بار دیکھی ہے۔ آپ کہیں سے بھی کوئی ڈائیلاگ بول کر دیکھ لیں یہ آگے کے ڈائیلاگز فوراً سنانا شروع ہوجائے گی۔" فروا نے بہن صاحبہ کی "قابلیت" کی مجھ پر دھاک بٹھانے کی کوشش کی۔

ماں "ماما" کی اسکولنگ پر اترانے نہیں تھکتیں اور بچیوں کا حال دیکھو۔" میں نے دل میں سوچا تھا۔

"میری سب فرینڈز کو ریتھک بہت پسند ہے اور میری ایک فرینڈ کو تو وہ اتنا پسند ہے کہ جب اس نے سوزانے سے شادی کی تو مارے غم کے وہ تین دن تک اسکول ہی نہیں آئی۔" نو سالہ مریم نے بڑے مزے سے مجھے بتایا تھا۔

"واقعی یہ پکی ماں کی پکی اولاد ہے۔ سچ ہی تو کہتے ہیں لوگ، جیسی ماں ویسی بیٹی" آگے جاکر خوب اماں کا نام روشن کریں گی صاحبزادیاں۔"

میں ان کے کچے پن پر انگشت بدنداں بیٹھی تھی۔ جب تک ساحرہ بھابھی کی آمد نہیں ہوئی، میں حیرت سے ان دونوں سے ریتھک کی تمام فلموں اور "ایٹی سوزانے ویب سائٹ" کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہی۔

www.allurdu.com

ساحرہ بھابھی حسب معمول بڑی خوشی اور گرم جوشی سے مجھ سے ملی تھیں۔ مزید جب میں نے ان کے ہاتھوں کے بنائے دہی بڑوں کی تعریف کی تو انہوں نے نکل مریم کے ہاتھ میرے گھر بھجوائے تھے تو وہ اور بھی خوش ہو گئیں۔ اپنی تعریفیں سننے کا تو انہیں ازحد شوق تھا۔ ہم دونوں ہی جب کوئی خاص ڈش بناتے تو ایک دوسرے کے گھر ضرور بھیجتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ کوکنگ واقعی بہت اچھی کرتی تھیں۔ ماش کی دال کے دہی بڑے بنانا تو میں نے ایک عرصے سے سیکھنا چاہا تھا مگر کوئی سکھانے والا ہی نہیں مل رہا تھا۔ کھانا میرے میکے میں بھی بہت اچھا اور خوش ذائقہ پکتا ہے' کھانے پینے کے دیاں سب شوقین ہیں لیکن ہمارے گھر میں دہی بڑے کبھی نہیں بنے۔ وہی پھلکیوں کو ہی دہی بڑوں کا نام دے دیا جاتا تھا۔ سسرال میں آئی تو ساس کے پکائے کھانوں کی سارے زمانے میں واہ واہ تھی۔ میں نے شاہی ٹکڑے اور ماش کی دال کے دہی بڑے ان سے سیکھنا چاہے تو انہوں نے کہا۔

"ابھی نئی نئی دلہن ہو' ابھی میرے ہاتھ کا پکا ہوا ہی کھاؤ۔ سیکھنے کے لیے تو عمر پڑی ہے۔" کہہ کر ایک طرح مجھے ٹال دیا۔ صاف ظاہر تھا وہ مجھے سکھانا ہی نہیں چاہتی تھیں۔ اپنے گن مجھے سکھا دیے تو پھر بیٹے کو قابو کس ہتھیار سے کریں گی۔ یہاں اسامہ کو سارا وقت ممی کے ہاتھوں کے کھانے ہی تو یاد آیا کرتے تھے۔ میں کتنا بھی جان مار کر پکا لوں۔ مجال ہے جو منہ سے ایک تعریفی جملہ نکل جائے۔ خود سے ہمت کر کے پوچھ لوں تو "ہاں ٹھیک پکایا ہے" کہہ کر میرا دل توڑ دیا جاتا ہے' کبھی کبھی تو بغیر لحاظ کے میرے منہ پر کھانے کی خامیاں بھی بتا دی جاتی ہیں۔

پرسوں میں نے ان کی فرمائش پر جھینگوں کی بریانی پکائی۔ بڑی مشکلوں سے خوب محنت کر کے اور کئی گھنٹے کچن میں برباد کر کے۔ اور حاصل کیا ہوا؟ دو نوالے لے کر ہی انہوں نے پلیٹ پیچھے ہٹا دی۔

"اس میں ہیک آ رہی ہے۔" اتنا سا بھی انہوں نے میرے دل ٹوٹنے کی پروا نہیں کی۔ یہ بھی نہیں سوچا کہ یہ ڈش میں نے پہلی مرتبہ بنائی ہے اور پہلی غلطی تو قابل معافی ہوتی ہے۔ بلکہ رات میں سونے سے پہلے مجھے نصیحت کی گئی کہ اب کی بار جب میں اسلام آباد جاؤں تو ممی سے کھانا پکانا سیکھوں' جس عورت کو ڈھنگ کا کھانا پکانا نہ آتا ہو اسے چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا چاہیے۔ صرف ایک بریانی صحیح نہ پکنے پر انہوں نے مجھے کتنی کھری کھری سنا لی تھیں۔ حالانکہ کوکنگ میں اچھی خاصی کیا کرتی تھی۔ غلطی تو بڑے سے بڑے باورچی سے بھی ہو سکتی ہے۔ میں تو پھر ایک معصوم سی ناتجربہ کار لڑکی ہوں۔ نئی نئی اس جنم میں جھونکی گئی ہوں۔ ان کے اتنے طویل لیکچر اور مزید ممی کے ہاتھوں کی پکی جھینگوں کی برائی کا قصیدہ سن کر میرا موڈ مزید آف ہو گیا تھا۔

میری جگہ ہوتی کوئی منہ پھٹ لڑکی تو کہتی کہ "ویسے تو آپ کی ممی بڑا الحمدللہ کرتی رہتی ہیں' تہجد' اشراق' اور چاشت' جب دیکھو مصلہ بچھائے بیٹھی ہیں۔ اور انہیں مذہب کی اتنی بنیادی معلومات بھی نہیں کہ جھینگا مکروہ ہے۔ اور اس بات پر تمام scientists اور تمام علمائے کرام متفق ہیں کہ جتنے Marine مچھلیوں کے اس گروپ سے تعلق نہیں رکھتے جو کھالی حلال ہیں۔ اصولاً" تو آپ کے مذہبی گھرانے میں اتنی دین دار ممی کے ہوتے ہوئے ایک مکروہ چیز پکنی ہی نہیں چاہیے۔ اور مجھے جو جھینگے پکانے نہیں آتے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ ہمارے گھر میں گوشت مذہب کا ڈھنڈورا نہیں پیٹا جاتا لیکن کوئی مکروہ چیز بھی نہیں پکتی۔"

کاش میں ان سے یہ بات کہہ سکتی۔ لیکن اگر کہہ بھی دیتی تو فائدہ کیا تھا۔ سچ سننا اور برداشت کرنا کون سا آسان کام ہے۔ میرے اس سچ اور وہ بھی کڑوے سچ تو انہیں ضرور ہی مرچیں لگاتیں۔ ساحرہ بھابھی سے میں اکثر باتوں باتوں میں کوئی نہ کوئی ترکیب پوچھ لیا کرتی تھی۔ اس وقت بھی اس لیے آئی تھی ذرا ایک بار پھر وہی بڑے بنانے آجائیں تو اسامہ حیران رہ جائیں گے۔ ان کی ممی سے بھی زیادہ مزیدار وہی بڑے ہیں

اس کی اوقات میں رکھنے کے لیے کم سے کم تعریف اور زیادہ سے زیادہ تنقید کرنی چاہیے۔ لیکن پھر بھی ایسے حوصلہ شکن رویے کی توقع بھی نہیں تھی مجھے۔ آج تو میں نے اپنی طرف سے محنت کر کے اور ان کی پسند کے کھانے بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ چکن جلفریزی' یخنی پلاؤ' ماش کی دال کے دہی بڑے ان کی فیورٹ اولیو (Olive) آئل اور سرکہ والی مزیدار سلاد اور میٹھے میں فرائنفل۔

دوپہر میں ساحرہ بھابھی سے ترکیب پوچھ کر آنے کے بعد پھر میں نے سارا وقت کچن میں گزارا تھا۔ پرسوں رات جو انہوں نے مجھے 'چلو بھر پانی' والا طعنہ دیا تھا وہ میں کسی طور بھول نہیں پا رہی تھی۔ سخت غصہ اور طیش تھا مجھے اس طعنے پر اور اب جب تک میں اس چھوہڑپن کے الزام سے بری نہ کر دی جاؤں' مجھے سکون نہیں مل سکتا تھا۔ مگر وہ تو اتنے معمول کے انداز میں کھانا کھا رہے تھے جیسے آج ٹیبل پر انہیں کوئی خیر معمولی انتظام اور اہتمام نظر ہی نہیں آ رہا تھا۔

"آپ یہ پلاؤ لیں نا۔ بہت اچھا بنا ہے۔"

میں نے بے شرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود ہی تعریف کا فریضہ انجام دے کر پلاؤ کی ڈش ان کی طرف بڑھائی تھی۔ شاید میرے الفاظ پر ان کو تعریف کرنا یاد آجائے۔ جب کہ پلاؤ تو واقعی پکا بھی بہت عمدہ تھا۔ ان کی انتہائی سخت قسم کی نقاد اور عیب نکالنے میں ماہر اماں بھی' اس میں کوئی برائی نکال نہیں پائیں گی۔ چاول کیسے بکھرے بکھرے پکے ہیں۔ ایک ایک دانہ الگ ہے۔ نہ زیادہ نرم ہوئے ہیں نہ کچھ کسر رہی ہے اور

خوبصورت و مقبول ناول

شائع ہو گئے ہیں

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

www.allurdu.com

خوشبو کیا عمدہ آرہی ہے۔ سونف اور دھنیا بالکل صحیح مقدار میں ڈالے ہیں میں نے۔

میرے کہنے پر انہوں نے تھوڑے سے چاول اپنی پلیٹ میں ڈال لیے تھے اور اسی خاموشی اور سنجیدگی سے کھانے لگے تھے۔ مجھے رونا آنے لگا اس بے حسی پر۔ شاید میرے چہرے پر بھی کچھ اسی قسم کے تاثرات نظر آنے لگے تھے تب ہی وہ میری طرف دیکھ کر مبہم سا مسکرائے تھے۔

"لگتا ہے آج سارا دن کچن میں گزار دیا ہے۔"

"اتنی سی چیزیں بنانے میں مجھے سارا دن نہیں لگتا۔ دو گھنٹے میں تیار کرلی تھیں میں نے یہ تمام ڈشز۔"

ان کی زچ کرتی مسکراہٹ کو نظر انداز کر کے میں نے مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے اپنے سگھڑاپے کے ساتھ ساتھ اپنی پھرتی اور تیزی بھی ان کے سامنے اجاگر کرنے کی کوشش کی۔ وہ بغیر کوئی جواب دیئے شرارتی سے انداز میں مسکراتے رہے تھے۔ خوش ہی ہو رہے ہوں گے کہ بیوی کو پوری طرح قابو کر کے رکھا ہوا ہے۔ اشاروں پر ناچتی ہے۔ ذرا سا پھوہڑپن کا طعنہ دیا تو کمر کس کر مزید محنت اور جان مارنے کو تیار ہو گئی۔

کھانے کے بعد وہ کمرے میں بیٹھ کر ٹی وی دیکھنے لگے تھے جب کہ میں برتن دھونے کے بعد اب ان کے لیے بلیک کافی بنا رہی تھی۔

کپ کے نیچے ساسر رکھتے مجھے ان کی باتوں کی آواز آئی۔ وہ کسی سے فون پر باتیں کر رہے تھے اور یہ "کسی" کون ہو گا یہ بات میں فون پر ہونے والی گفتگو سنے بغیر بھی جانتی تھی۔ روز رات میں اماں سے لوری سنے بغیر نیند تھوڑی آتی ہے موصوف کو۔ میں کپ لے کر کمرے میں آئی تو ممی کی کسی بات کے جواب میں کہہ رہے تھے۔

"اف ممی! آپ کے ہاتھوں کی پکی نہاری کا سن کر تو میرے منہ میں پانی آگیا ہے۔ دل چاہ رہا ہے کسی بھی طرح فوراً اسلام آباد پہنچ جاؤں آپ کے ہاتھوں کا مزہ تو ساری دنیا میں مجھے کہیں نہیں مل سکتا۔"

میرے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔ یہاں ہم خدمت کر کر کے لوہا موئے ہوئے جا رہے ہیں اور ایک تعریفی جملہ نہیں اور وہاں کو سوں دور بیٹھی ممی کے قصیدے زور و شور سے پڑھے جا رہے ہیں۔ ایسا سلوک تو کوئی اپنے گھر کی ملازمہ سے بھی نہیں کرتا ہو گا۔ میں نے اپنا سارا غصہ "کپ سائڈ ٹیبل پر پٹخ کر نکالا تھا۔ اتنے زور سے کپ میں نے پٹخا تھا کہ وہ بے ساختہ چونک گئے تھے۔ ایک نظر مجھے دیکھ کر انہوں نے ایک نظر کپ پر ڈالی تھی۔ زور سے پٹخے جانے کی وجہ سے تھوڑی سی کافی ساسر میں بھی چھلک گئی تھی۔

وہ چائے "کافی سب بہت تیز گرم پیتے ہیں اسی لیے فوراً" ہی ہاتھ بڑھا کر کپ اٹھا کر لبوں سے لگا لیا تھا۔ ساتھ ہی ممی سے اظہار عشق بھی زور و شور سے جاری تھا۔ بے کار میں دل جلانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ دادی کہا کرتی تھیں کہ غصہ آئے تو فوراً" وضو کر لیا کرو۔ میں یہی بات یاد کرتی وضو کر کے عشاء کی نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

میرا کسی بات پر موڈ آف ہو جائے تو پھر اتنی جلدی ٹھیک نہیں ہوتا۔ اس لیے اگلا پورا دن اسی آف موڈ کے ساتھ گزارا تھا۔ اپنے غم میں لگ کر مجھے ساحرہ بھابھی کا الجھا الجھا اور پژمردہ انداز بھی بھول گیا تھا۔ میں پاس کے سپر اسٹور سے گھر کی کچھ چیزیں خرید کر واپس آرہی تھی جب لفٹ کی طرف آتے ساحرہ بھابھی سے میری ملاقات ہوئی تھی۔ ان کے ساتھ ان کی ملازمہ مہناز بھی تھی، جسے صبح سے رات تک کے لیے انہوں نے اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔ اچھی صاف ستھری اور خوبصورت سی لڑکی تھی۔ ایسی کہ اس سے کھانا وغیرہ پکواتے ہوئے بالکل بھی گھن نہیں آتی تھی۔ بلکہ پہلی مرتبہ ان کے گھر میں اسے دیکھ کر میں کام کرنے والی کے بجائے ان کی کوئی رشتہ دار سمجھی تھی۔ اس کی بول چال، لباس سب بہت عمدہ اور شہری رکھ رکھاؤ والے تھے۔ وہ مہناز کے ساتھ یقیناً" سبزی وغیرہ ہی خریدنے گئی ہوں گی۔ ہم عورتوں کی زندگی اس روٹی

ماں اور چکی چولہے سے باہر نکلتی ہی کب ہے۔ سوچتے ہوئے میں نے ایک سرد آہ بھری تھی۔

لفٹ میں ہم تینوں ساتھ ہی تھے۔ وہ خلاف عادت کافی خاموش تھیں۔ میری باتوں کا بھی بڑے پھیکے سے انداز میں جواب دے رہی تھیں۔ میں نے غور سے ان کی طرف دیکھا تو وہ مجھے کچھ روئی روئی سی نظر آئیں۔ ایسا لگ رہا تھا۔ وہ گھنٹوں روتی رہی ہیں' ہمدرد اور سدا کا نرم و معصوم دل تڑپ اٹھا تھا۔

گھر آکر سامان اندر رکھ کر اور دروازہ واپس لاک کر کے میں نے ان کی بیل بجائی تھی۔ دروازہ انہوں نے ہی کھولا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ زبردستی مسکرائی تھیں ورنہ ایسا لگ رہا تھا کہ میرا آنا پسند نہیں آیا۔ مہناز کچن میں سبزی بنانے میں مصروف تھی۔ بچیاں یقیناً" اس وقت اسکول گئی ہوئی ہوں گی۔ مجھے لے کر وہ اپنے بیڈ روم میں ہی آئی تھیں۔ ہمارے درمیان اتنی بے تکلفی تو بہرحال تھی اکثر وہ مجھے ڈرائنگ روم یا لاؤنج کے بجائے اپنے کمرے میں بٹھایا کرتی تھیں۔

"آپ بہت پریشان لگ رہی ہیں بھابھی! پرسوں بھی میں نے یہ بات نوٹ کی تھی لیکن پوچھا قصداً" نہیں تھا کہ کہیں آپ میری بے تکلفی کا برا نہ مان جائیں۔ لیکن آج تو آپ پرسوں سے بھی زیادہ ڈسٹرب لگ رہی ہیں۔ پلیز مجھے بتائیں کیا ہوا ہے؟"

مدر ٹریسا' عبدالستار ایدھی اور بلقیس ایدھی تو ہمیشہ سے میری فیورٹ شخصیات رہی ہیں۔ سو اس وقت میں انہیں کی جانشین بن بیٹھی تھی۔ میرے ہمدردانہ انداز میں ان کے کندھے پر ہاتھ رکھنے کی دیر تھی کہ وہ ہلک ہلک کر رونا شروع ہو گئیں۔ میں ان کے رونے پر پریشان ہو گئی تھی۔

"کیا بات ہو گئی ہے بھابھی! آپ پلیز اس طرح رو کیں تو مت۔"

میں خود رو پڑنے کے قریب تھی۔ ہمدردی اور محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لیے کہ انہوں نے اپنا بھاری بھرکم سر میرے نازک سے کندھے پر ٹکا دیا تھا اور میرا درد سے برا حال تھا۔

"کیا بتاؤں تمہیں لبنیٰ! میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔"

درد و غم اور کرب و بلا میں مبتلا انہوں نے مجھے میرے نام سے اور "تم" کر کے مخاطب کیا تھا۔ دکھ میں شاید انسان کے منہ سے سچ نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ غالباً" اللہ یاد آنے لگتا ہے اس لیے میں ان کے بالآخر مجھے اپنے سے چھوٹا تسلیم کر لیے جانے پر خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی۔ اسی خوشی میں ان کے Humpty dumpty جیسے وجود کا بوجھ (جو اس وقت میرے اوپر پڑا ہوا تھا) بھی خوشی خوشی برداشت کر رہی تھی۔

"عدیل مجھے اس طرح دھوکا دیں گے' میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔"

آج تو کایا پلٹ کا دن تھا۔ یہ 'وہ' ان اور فرواہ کے بابا کی جگہ 'عدیل بھائی کو عدیل کہا جا رہا تھا اور اس نام لینے میں مٹھاس یا محبت نہیں بلکہ غصہ اور غم بھرا ہوا تھا۔

"آپ آرام سے ٹیک لگا کر بیٹھ جائیں بھابھی۔!"

آخر میں یہ بوجھ کب تک برداشت کرتی۔ چنانچہ بڑی محبت سے ان کی کمر کے پیچھے گاؤ تکیہ لگا کر ان کا بوجھ خود پر سے ہٹا کر گاؤ تکیہ کی طرف منتقل کر دیا تھا۔ وہ میرے کہنے پر اسی طرح زور و شور سے روتی ٹیک لگا کر بیٹھ گئی تھیں۔ میرا تجسس کے مارے برا حال تھا لیکن زیادہ کریدنے اور ایکسائٹمنٹ کا مظاہرہ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ وہ کہیں گی میں اتنے غم میں مبتلا ہوں اور یہ اتنی ایکسائیٹڈ ہو رہی ہے۔ عدیل بھائی جیسے بے دام کے غلام نے آخر ایسا کیا کر دیا جو وہ یوں رو رو کر ہلکان ہو رہی ہیں۔

میں نے محبت اور اپنائیت کے اظہار کے طور پر فریج میں سے ان کے لیے پانی نکالا اور پھر خود اپنے ہاتھ سے اصرار کر کے انہیں پانی پلایا۔ وہ گھونٹ لے کر ہی انہوں نے میرا ہاتھ پیچھے ہٹا دیا تھا۔

"میری ممی کہا کرتی تھیں کہ مروت بڑی خبیث ذات ہے۔ ساری زندگی اس کے ساتھ گزار دو۔ خدمت اور وفاداری میں خود کو مٹا ڈالو۔ لیکن پھر بھی

www.allurdu.com

موقع ملنے پر یہ دھوکا دینے سے چوکے گا نہیں۔ تب میں ان کی یہ بات مانا نہیں کرتی تھی۔ لیکن آج یقین آرہا ہے کہ ممی کی بات بالکل سچ تھی۔ کبھی نہ کبھی عمر کے کسی نہ کسی حصے میں جا کر یہ دھوکا ضرور دیتے ہیں۔ بے وفائی ضرور کرتے ہیں۔ کہنے والے سچ کہتے ہیں کہ مرد بیوی کا کبھی نہیں ہوتا۔ بیوی سے نہ محبت ہوتی ہے نہ انسیت' نہ خدمتوں اور وفاداریوں کا پاس ہوتا ہے۔ مرد یا اپنی ماں کا ہوتا ہے یا بیٹی کا۔ بس عورت کے صرف ان دو رشتوں کے ساتھ وہ وفادار اور مخلص ہوتا ہے۔ بیوی کی تو یہ اوقات ہے کہ دل بھر گیا اور جیب نے اجازت دی تو دوسری لے آئے۔"

وہ اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے استہزائیہ انداز میں بولیں۔ عدیل بھائی اور کسی عورت کا چکر' میرا دل نہیں مان رہا تھا اس بات کو۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے انہیں ساحرہ بھابھی کے آگے پیچھے پھرتے اور والہانہ چاہت لٹاتے دیکھا تھا اور پھر پیر صاحب کی پڑھ کر دی ہوئی چینی وغیرہ اتنی بے اثر تو نہیں ہو سکتی تھی۔

"ٹھیک تو مجھے پچھلے کئی مہینوں سے تھا' تمہیں پتا ہے امیمہ! اللہ نے عورت کے دل میں ایک بڑا حساس تلہ فٹ کر رکھا ہے۔ شوہر کوئی گڑبڑ یا بے ایمانی کر رہا ہو تو بیوی کے دل کو فوراً" خبر ہو جاتی ہے۔ مجھے بھی میرے دل نے یہ خبر دی تھی لیکن میں نے اپنے دل کو اس اطلاع پر الٹا اسی کو ڈانٹ ڈپٹ دیا تھا۔ میرا اندھا یقین ہی مجھے لے ڈوبا' اپنے شک اور وہم کو گہری نیند سلا کر میں بڑے مزے میں تھی۔ بظاہر کوئی گڑبڑ تھی بھی نہیں' ان کا رویہ میرے اور بچیوں کے ساتھ بالکل ویسا ہی تھا جیسا ہمیشہ ہوا کرتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ ہی اچھا۔ وہی ہم لوگوں کو آؤٹنگ پر لے جانا' ہر دوسرے تیسرے دن باہر کھانا کھلانا' شاپنگ کروانا۔ سب کچھ بہت اچھا تھا۔ ان کے کسی انداز سے میں کوئی شک کر ہی نہیں سکتی تھی۔ ایسے میں اپنے دل میں ابھرتے وہم کو میں نے ذرا سی بھی اہمیت نہیں دی۔ یہاں تک کہ انہوں نے گھر سے بچے بھجوائے جانے سے منع کیا تو میں اسے بھی ان کی محبت اور اپنا خیال رکھا جانا ہی سمجھی۔ کہا بھی انہوں نے مجھ سے یہی تھا کہ "اب ڈرائیور کو بچے لینے کے لیے گھر نہیں بھیجا کروں گا۔ تم پر ویسے ہی گھر کے اتنے کاموں کا بوجھ ہے۔ آفس میں ہی کہیں باہر سے منگوا کر لنچ کر لیا کروں گا۔"

میں ایسی پاگل اور بے وقوف لڑکی کہ ان کی چالاکی سمجھی ہی نہیں' سچ تو روز انھیں اس "ڈائن" کے ساتھ کسی اچھی سی جگہ پر کرنا ہوتا ہے۔ ایسے میں میرے محبت سے پکا کر بھیجے گئے کھانے کی ضرورت کسے ہے۔"

وہ پھر رونا شروع ہو گئی تھیں۔ میں نے ان کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھ کر انہیں تسلی دینے کی کوشش کی تھی۔ کیا پیر صاحب اور ان کے تعویذ گنڈوں کے باوجود عدیل بھائی کی زندگی میں واقعی ایک عدد "ڈائن" آچکی تھی۔

"دو چار دفعہ لنچ ٹائم میں آفس فون کرنے پر ان کی سیکریٹری نے مجھے بتایا کہ سر لنچ کرنے باہر گئے ہوئے ہیں میں نے زیادہ کریدا تو پتا چلا وہ "چرچیل" جس کے ساتھ آج کل روزانہ پابندی سے لنچ ہو رہا ہے وہ کبھی نہ کبھی آفس سے ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر۔ وہ ان کے آفس میں نئی اپائنٹ ہوئی ہے۔ عدیل ہی کے انڈر کام کر رہی ہے۔ بالکل فریش ایم بی اے کر کے نئی ہے۔ اور انہیں دیکھو اپنی ایک ماتحت جو بالکل جونیئر ہے۔ اسے سارے شہر میں لے کر گھومتے پھر رہے ہیں۔ اور سمجھ رہے ہیں کہ مجھے تو کبھی پتا ہی نہیں چلے گا۔ میں تو جیسے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے بیٹھی ہوں' ان کی چکنی چپڑی محبت بھری باتوں میں کھو لی رہوں گی۔ ایسی احمق بھی نہیں ہوں میں اور کل تو میں نے خود ان دونوں کو میک ڈونلڈ میں ساتھ بیٹھے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔"

ان کی اس بات پر میرا فطری تجسس پوری طرح بیدار ہو گیا تھا۔

"کیسی ہے وہ؟ کیا بہت حسین ہے اور انہیں

انھوں پکڑ کر آپ نے ان دونوں کے ساتھ کیا سلوک

میرے پوچھنے پر وہ نفرت اور حقارت سے گویا

حسین اور خوب صورت کہا' خالی لڑائیں ہی

ہیں۔ اور جوالی میں تو گدھی پر بھی بہار آجاتی

وہ اب دوپٹے سے اپنا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ خشک کر رہی تھیں پھر جیسے کچھ یاد آجانے پر خود ہی دوبارہ رونا شروع ہو گئیں۔

"نہیں تو پتا ہے معروف ڈیزائنر کے ڈریسز کے علاوہ کوئی کپڑے پہننا مجھے پسند نہیں۔ آواری میں کراچی اور لاہور کے مشہور ڈریس ڈیزائنرز کی بیوٹیز کے لیے ڈیزائن کیے گئے ملبوسات کی نمائش لگی تھی۔ میں فروا اور مریم کو لے کر کل وہیں گئی تھی۔ وہاں نہیں بس ایک ہی سوٹ خریدا میں نے پندرہ ہزار کا۔ واپسی میں فروا اور مریم پیچھے لگ گئیں کہ ہمیں ڈونلڈ لے چلیں۔ انہیں ہی لے کر گئی تھی وہاں' وہی ہم لوگ اندر بھی نہیں گھسے تھے کہ سامنے کی میز پر عدیل اور وہ حرافہ آمنے سامنے بیٹھے نظر آئے۔ کیا بھری نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔ بچیوں کے سامنے اور وہ بھی کسی پبلک پلیس کی۔ میں کری ایٹ کرتی اسی لیے انہیں بھلا پھسلا کر وہاں سے واپس پلٹ گئی۔ عشق کی پینگیں بڑھاتے انہوں نے تو میری طرف دیکھا بھی نہیں تھا۔"

اتنی مصیبت اور غم میں ہونے کے باوجود وہ مجھے ان کی قیمت بتانا نہیں بھولی تھیں۔

"رسی جل گئی پر بل نہیں گئے۔" میں نے دل میں سوچا تھا۔ اگرچہ کہ اس وقت مجھے ان سے بہت ہمدردی ہو رہی تھی۔ دل بھر کر ان پر ترس آرہا تھا لیکن ان کا پچھلا پن بیشہ کی طرح مجھے زہر ہی لگا تھا۔ وہ میرے وقت سے بے خبر بولنے میں مصروف تھیں۔

"کل تو انہیں آفس کے کام سے ارجنٹ فیصل آباد جانا پڑ گیا' آج شام میں واپس آئیں گے۔ اب پتا نہیں

موٹاپے سے نجات

کہا جاتا ہے کہ ہر بیماری کی جڑ پیٹ کی خرابی ہے' موٹاپا اور پیٹ کا بڑھ جانا خواتین کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اسی طرح چہرے پر مہاسے' کیل' جھائیاں بھی پیٹ کی خرابی سے ہوتی ہیں۔ خواتین کے ان تمام مسائل کا حل

نایاب جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ

جوہر ہاضم

- موٹاپا ختم
- بڑھا ہوا پیٹ اندر
- داغ دھبے اور کیل مہاسے غائب
- گیس' معدے کی گرانی کا خاتمہ
- قیمت صرف/50 روپے

پتہ ذیل سے منگوائیں۔

شوٹائم۔ A/2 بیت الفرقان بلڈنگ ریسٹورنٹ کے برابر مین یونیورسٹی روڈ۔ گلشن اقبال۔ کراچی۔

www.allurdu.com

یہ آفس کا کام تھا بھی یا نہیں۔ میرا تو اعتبار ہی ختم ہو گیا ہے۔ بہرحال جو بھی ہے آج ذرا یہ حضرت آئیں تو سہی۔ ایسی کمزور بھی نہیں ہوں میں۔ آخر مجھے سمجھ کیا رکھا ہے۔ میری آنکھوں میں دھول جھونکیں گے اور میں خاموش تماشائی بنی رہوں گی۔"

وہ عدیل بھائی کا حشر نشر کرنے کو تلی بیٹھی تھیں۔ میں بے ساختہ انہیں اس کارروائی سے روکنے سے خود کو روک نہیں پائی تھی۔

"آپ ایسا کچھ مت کیجئے گا بھابھی! ابھی تو وہ اس خیال میں ہیں کہ آپ کو کچھ پتا ہی نہیں' ساری بات کھل گئی تو یہ غلط اور مروت بھی ختم ہو جائے گا۔ پھر تو وہ اور بھی کھل کر اور ڈھٹائی سے "اس" سے ملا کریں گے۔ آپ کیا انہیں ایسا کرنے سے روک سکتی ہیں۔ ہم عورتوں کے اختیار میں ہے ہی کیا۔ بس صرف یہ آنسو جو ہم وموقع بہ موقع کثرت سے بہاتے ہیں۔ آپ خاموشی اور بردباری سے معاملے کو ہینڈل کرنے کی کوشش کریں۔"

میرا محکمانہ انداز میں دیا گیا مشورہ انہیں بہت پسند آیا تھا۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو امیمہ! غصے سے کام بگڑتے ہیں۔ شکر ہے تم آگئیں ورنہ آج تو میں فیصلہ کیے بیٹھی تھی کہ عدیل کو چھوڑوں گی نہیں۔ تھینک یو امیمہ! تم واقعی میرے لیے رحمت کا فرشتہ بن کر آگئیں۔ سچ کہہ رہی ہو تم' مجھے ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچ کر کوئی فیصلہ کرنا چاہیے۔ جلد بازی اور جذباتی ہونے سے نقصان میرا ہی ہوگا۔"

وہ میرے ہاتھ تھام کر تشکرانہ انداز میں بولی تھیں۔

♥ ♡ ♡ ♥

"عدیل بھائی آج کل کسی لڑکی کے چکر میں ہیں۔"

میں نے ٹی وی دیکھتے اسامہ کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔ ایک تو خبر میں پیٹ کی ویسے ہی بہت ہلکی ہوں' دوسرے اس وقت تو میں کسی نہ کسی طرح ان کی توجہ ٹی وی اسکرین پر سے ہٹا لینا چاہتی تھی۔ وہ ESPN پر ٹینس کا خدا معلوم کون سا ٹورنامنٹ دیکھ رہے تھے۔

اسپورٹس میں انہیں بے تحاشا دلچسپی ہے' میں جانتی ہوں اور ٹینس میں تو خاص طور پر دلچسپی ہے۔ بات یہیں تک ہوتی تو غنیمت تھا لیکن اس دلچسپی کی اصل وجہ تو اپنا کورنیگوا ہے' جانتے ہی ہوں گے آپ لوگ اسے۔ آج کل ساری دنیا کے مردوں کے دلوں کی دھڑکن بنی ہوئی ہے کم بخت' پچھلے دنوں اسے ایک اعزاز سے بھی نوازا گیا ہے۔ اور وہ اعزاز اور ایوارڈ ایسا ہے کہ ہمارے ہاں کی کسی خاتون کو دیا جائے تو وہ اعزاز دینے والے کی جوتوں سے تواضع کرے گی۔ اب اگر اس اعزاز کے بارے میں زیادہ تفصیل آپ کو نہیں معلوم تو کسی باخبر بندے سے معلوم کرلیں۔ میں تو یہی کہوں گی بات ہے شرمیلی بہت ہوں' ایسی بات بتاتے مجھے شرم آرہی ہے۔ اسامہ کی تو فیورٹ ہے اپنا کورنیگوا۔ مجال ہے جو اس کا کوئی میچ مس کردیں۔ یہاں تک کہ کسی اسپورٹس چینل پر اس کا کوئی پرانا میچ بھی آرہا ہو اتنی دلچسپی سے دیکھیں گے کھیل کو نہیں اپنا کورنیگوا کو۔ اور یہ بات میں کس طرح برداشت کرسکتی ہوں' جب بھی اسامہ ٹی وی پر اسے دیکھنے بیٹھتے ہیں' میں بھی پاس آکر بیٹھ جاتی ہوں' کبھی انہیں باتوں میں لگانے کی کوشش کرتی ہوں۔

"یا کبھی" اس وقت تو فلاں چینل پر میرا فلاں ڈرامہ آرہا ہوگا۔" کہہ کر چینل بدل دیتی ہوں۔

اس وقت بھی کچھ ایسی ہی صورت حال تھی۔ سنہری زلفوں والی روسی حسینہ مسلسل میرا ٹی وی دیکھ رہی تھی اور میں میاں کی توجہ اپنی طرف کرنے کی کوشش کررہی تھی۔

"آپ سن نہیں رہے میری بات۔ میں آپ کو عدیل بھائی کے بارے میں بتا رہی ہوں' کسی لڑکی کے عشق فرما رہے ہیں موصوف۔" میں نے دوبارہ انہیں مخاطب کیا تھا۔

"سن لیا ہے میں نے۔" انہوں نے ٹی وی سے نظریں ہٹائے بغیر مجھے جواب دیا تھا۔

"اور اگر کسی لڑکی سے اسے عشق یا محبت جیسی کوئی چیز ہو ہی گئی ہے تو اس میں اتنا حیران ہونے

والے کی کیا بات ہے۔ وہ بھی انسان ہے۔ آخر کب تک اپنی موٹی بیگم کے گن گاتا رہے۔ میں تو پہلے بھی اس کے حوصلے اور ہمت پر حیران ہوا کرتا تھا۔ اتنا ڈیشنگ اور اسمارٹ بندہ کب تک اپنے وزن سے بھی زیادہ وزنی بیوی کے نخرے اٹھا سکتا ہے۔ میں اس کی جگہ ہوتا اور میری بیوی اتنی موٹی ہوتی تو میں تو پہلی فرصت میں خاتون کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکلتا اور ایک خوبصورت' دبلی پتلی اور نازک سی لڑکی کو بیاہ کر لے آتا۔"

وہ ہنوز اسکرین کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے اطمینان سے بولے تھے اور میرا سارا سکون اور اطمینان غارت ہو گیا تھا۔

"اس کا مطلب ہے اگر کبھی میں موٹی ہو گئی تو مجھے چھوڑ کر آپ دوسری شادی کرلیں گے۔" میرا رنج اور غصے سے برا حال تھا۔

"بالکل۔" وہ قتل رشک حد تک مطمئن تھے۔

"عدیل جیسا صابر کوئی ہوتا ہے۔ میں تو بیوی کے ہر جرمن فنیک کو کبھی برداشت نہیں کروں۔ ایک گلابی ذرا اپنا وزن بڑھا کر تو دکھاؤ۔ اگلے ہی دن حسین اور نازک سی لڑکی میری زندگی میں آچکی ہے۔"

وہ ذرا بھی مروت برتے بغیر صاف گوئی سے کام لے رہے تھے۔ ابھی تو خیر فکر کی کوئی بات نہیں میں بہت حسین اور نازک سی ہوں لیکن آنے والے وقت کا کسے پتا۔ اگر جو کل کو میرا وزن تھوڑا بہت بھی بڑھ گیا تو پھر گلہ کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بھابھی کو بھول کر' یہاں تک کہ اپنا کورنیگوا کو بھی بھول کر میں اپنے غم میں پڑ گئی تھی۔ انہوں نے میرا چہرہ دیکھا نہ بولتے پر ٹی وی پر سے نظریں ہٹا کر مجھ پر کیا۔

"اتنی سے زیادہ غم مت کرو۔ پچاس کلو ساڑھے پانچ فٹ کے حساب سے مناسب وزن ہے۔ ٹی وی پر تم سے زیادہ خوبصورت اور سلم لڑکی میرے خیال سے کوئی بھی نہیں ہے۔"

بڑے دنوں بعد انہوں نے مجھے خوبصورت کہا تھا۔ میرا مرجھایا ہوا دل پھر بھی زیادہ خوش نہیں ہوپایا تھا۔ بات تو انہوں نے ٹی الحال کی کی ہے یعنی آگے گنجائش نکل سکتی ہے۔ اگر کوئی مجھ سے زیادہ خوب صورت اور نازک اندام مل گئی تو۔ میں نے شاکی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا تھا۔

"بالکل سچ کہہ رہا ہوں یار! کسی خوب صورت لڑکی کی طرف دیکھوں تو بھی اس کے خوب صورتی کے پوائنٹس تم سے کم نکلتے ہیں۔"

وہ زیادہ ہی خوشگوار موڈ میں تھے ورنہ میری ایسی تعریف کرنا تو انہوں نے خود پر حرام قرار دے رکھا تھا۔

"پھر بھی گھنٹوں بیٹھ کر اتنی محویت سے اپنا کورنیگوا کو دیکھتے ہیں۔"

شکوہ آخر کار میرے لبوں سے نکل ہی گیا تھا۔ وہ جواباً قہقہہ لگا کر ہنس پڑے تھے۔

♥ ♡ ♡ ♥

ایک عورت ہونے کے ناتے۔ (یہاں عورت سے مراد کم عمری لڑکی یعنی میں امیمہ ظہیر ہوں) میں ساحرہ بھابھی کا غم اپنے دل کی گہرائیوں سے محسوس کررہی تھی۔ ان کی سابقہ تمام اوچھی باتوں کو بھلا کر میں اس وقت صحیح معنوں میں ان کی ہمدرد اور غم گسار بنی ہوئی تھی۔ میرے مشورے پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے عدیل بھائی سے کوئی جھگڑا نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس طرح شو کیا تھا جیسے انہیں میاں کے کرتوتوں کے بارے میں کوئی علم ہی نہیں۔ اسامہ کے ان کے مونا پہ پرپیے جانے والے کمنٹس نے مجھے ایک نئی سوچ دی تھی۔

میں اگلے ہی روز اسامہ کے آفس جاتے ہی ان کے گھر آگئی تھی۔ وہ میرے خلوص اور اپنے پن کے لیے میری اتنی فکرمندی پر ہلکا سا مسکرائی تھیں۔ ورنہ آج کل تو مسکراہٹ ان کے پاس بھی نہیں پھٹکتی تھی۔ زندہ دلی سے قہقہے لگانے والی وہ خوش باش خاتون چند دنوں میں ہی مرجھائی مرجھائی اور برسوں کی بیمار نظر آنے لگی تھیں۔ میرا مشورہ انہوں نے بہت توجہ سے سنا تھا۔

www.allurdu.com

"آپ تو ماشاء اللہ اتنی خوبصورت ہیں' بس ذرا سا اپنا وزن کم کرلیں تو اس "ڈائن" سے زیادہ ینگ اور خوبصورت نظر آئیں گی۔ آپ ان کے بچوں کی ماں ہیں' اتنی آسانی سے تو وہ ویسے بھی آپ سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔ بس ذرا تھوڑی سی ہمت اور کوشش کریں۔ یہ بازی آپ ہی جیتیں گی۔"

میں انہیں قائل کرنے کی کوشش کررہی تھی۔ وہ بجھے دل سے نفی میں سرہلا رہی تھیں۔

"اگر میں خوب صورت' سلم اور کم عمر نظر آؤں گی بس تب تک ہی وہ مجھ سے محبت کریں گے۔ جس روز خوبصورتی کے اس پیمانے سے کم نظر آئی تو ان کے دل سے ہی اتر جاؤں گی۔ ایسی غرض میں لپٹی محبت مجھے نہیں چاہیے۔"

ان پر قنوطیت اور مایوسی کا شدید ترین دورہ پڑا ہوا تھا' لیکن میں انہیں سمجھانے اور قائل کرنے میں مسلسل مصروف تھی۔

"کیا کریں ساحرہ بھابھی! مردوں کی قوم ہے ہی ایسی۔ ہم ان کی فطرت بدل تو نہیں سکتے۔ کمپرومائز کرنے کے علاوہ ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں۔ آپ ان تمام مایوسی بھرے خیالات کو اپنے ذہن سے نکالیں اور میرے ساتھ پارلر چلیں۔ وہاں ایروبکس یا یوگا کلاسز میں داخلہ لے لیں۔ وہیں سے آپ کو ڈائٹ پلان بھی مل جائے گا۔ انشاء اللہ پندرہ بیس روز میں ہی تھوڑا بہت فرق نظر آنا شروع ہوجائے گا۔ آپ کی تو ہائٹ بھی اچھی خاصی ہے۔ ذرا سا بھی وزن کم کرلیں تو بہت دبلی نہ بھی سہی لیکن خاصی سلم نظر آنے لگیں گی۔ پھر آپ جیسی حسین بیوی کو چھوڑ کر عدیل بھائی کہیں اور نظر ڈالنا ہی بھول جائیں گے۔"

میرے کافی دیر تک سمجھانے اور ان کا حوصلہ بڑھانے کی خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے تھے۔ وہ میرے ساتھ بیوٹی پارلر جانے پر آمادہ ہوگئی تھیں۔ وہاں ان کا داخلہ کروا کر اور پھر واپسی میں سارا راستہ انہیں کھانے پینے میں احتیاط برتنے کا سمجھانے کے بعد میں گھر واپس آگئی تھی۔ ایک نیک کام کرکے دل کو بڑا سکون ملا تھا۔

کسی کا گھر برباد ہونے سے میں بچوا رہی ہوں اور یہ بہت بڑی نیکی ہے۔ میری جگہ کوئی مزہ لینے والی عورت (لڑکی) ہوتی تو بجائے ان کا غصہ ٹھنڈا کرنے اور کوئی صائب مشورہ دینے کے جھگڑے کو اور ہوا دیتی۔ ان کا غصہ بھڑکاتی' نتیجتاً یہ دونوں میاں بیوی باہم لڑتے جھگڑتے اور چیختے چلاتے نظر آتے۔ اللہ کی عطا اس نے مجھے اتنا نرم دل بنایا ہے۔ ہمدردی اور رحم جذبات مجھ میں اتنے وافر ڈال دیے ہیں۔

ادھر ساحرہ بھابھی کی زوردار ڈائٹنگ اور ایکسرسائز چل رہی تھیں ادھر عدیل بھائی کا اس "ڈائن" کے ساتھ زوردار عشق۔ کسی کسی وقت وہ مایوس ہونے بھی لگتیں تو میں ان کا حوصلہ بڑھا کر انہیں نئے سرے سے مقابلے کے لیے تیار کرتی تھی۔ میرے سمجھانے پر انہوں نے کالج گرلز والے فیشن کرنے بھی چھوڑ دیے تھے۔ لباس بھی اس طرح کا پہننے لگی تھیں جس میں ان کا موٹاپا زیادہ نمایاں نہ ہو بلکہ وہ ایک قدرے بھرے بھرے جسم والی عورت نظر آئیں۔ میں کیونکہ اب ان کے بہت زیادہ نزدیک آچکی تھی اس لیے ایک روز بڑے اپنائیت بھرے انداز میں' میں نے انہیں عدیل بھائی کو اس "حرافہ" کے چنگل سے نکالنے کے لیے پیر صاحب سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ جب وہ اتنی کرامت والے بزرگ ہیں تو پھر یہ کام تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ انہوں نے بزرگ کا نام سن کر تنفر سے کہا تھا۔

"اتنا ان کے تعویذوں میں اثر ہوتا تو میرا میاں مجھے یوں دھوکا دے کر کسی اور طرف منہ ہی کیوں مارتا۔ سب یہ ہم جیسی بے وقوف عورتوں کو لوٹنے کے دھندے ہیں۔ بلاوجہ میں ممی کی باتوں میں آگئی تھی بلکہ اب تو مجھے ایسا لگتا ہے یہ عدیل کو ان کے گھر والوں سے دور کرنے کی اللہ مجھے سزا دے رہا ہے۔ اس نے میری رسی دراز کر رکھی تھی۔ میں اسے پیر صاحب کی کرامت سمجھتی رہی میں نے ایک ماں سے اس کا بیٹا چھین لیا تھا۔ کیا اللہ مجھے سزا نہ دیتا۔ میرا اتنا چاہنے والا شوہر مجھ سے یوں بدظن اور دور ہوگیا۔ یہ سب میرے

www.allurdu.com

اعمال کی سزا ہے۔"

میں ان کے منہ سے یہ بات سن کر حیران رہ گئی تھی۔ اپنے سسرالیوں خاص طور پر ساس کا تو وہ نام سننا بھی پسند نہ کرتی تھیں اور یہ کہاں آج ان ہی کا ذکر کر کے پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں۔

"سب کے ساتھ رہنے میں کتنے فائدے ہوتے ہیں۔ ساس سر کو اپنا بنا کر رکھا ہو تو آج ان سے جا کر کہتی کہ دیکھیں آپ کا بیٹا آپ کی اتنی نیک اور فرمانبردار بہو کے ہوتے ہوئے دوسری عورتوں کے چکر میں پڑا ہوا ہے۔ وہ میرا ساتھ دیتے' بیٹے کو لعنت ملامت کرتے' اسے برا بھلا کہتے۔ اب میں کس منہ سے ان سے مدد مانگنے جاؤں' کیسے جا کر کہوں کہ عدیل قریشی دوسری شادی کرنے کے چکر میں ہے۔ روکیں آپ لوگ اسے۔"

ان پر خطرناک حد تک سچ بولنے کا دورہ پڑا ہوا تھا۔ میں اس بدلے ہوئے لب لہجے اور ان کے خود اپنے آپ کو ہی قصوروار قرار دینے پر مارے حیرت کے ساکت بیٹھی ہوئی تھی۔

پھر آنے والے دن اپنے ساتھ کئی حیران کن باتیں لے کر آئے تھے۔ ایک ممینہ بلاناغہ ایکسرسائز اور ڈائٹنگ کرنے سے وہ اپنا وزن بہت زیادہ تو نہیں لیکن تھوڑا بہت کم کرنے میں کامیاب ہو ہی گئی تھیں۔ ان سے زیادہ میں ان کا وزن کم ہونے پر خوش تھی اور ابھی میں اسی خوشی میں مگن ہی تھی کہ ایک روز وہ مجھ سے الوداعی ملاقات کرنے آگئیں۔ وہ واپس اپنے سسرال جا رہی تھیں ان کے لیے کولڈ ڈرنک نکالتے بوتل اور گلاس دونوں میرے ہاتھ سے گر پڑے تھے۔

"عدیل جانے پر راضی نہیں کہتے ہیں اب واپس کس منہ سے جائیں گے لیکن میں نے انہیں زبردستی راضی کر لیا ہے۔ وہاں کسی کو پتا نہیں ہمارے آنے کا۔ مجھے پتا ہے وہاں سب کا رویہ میرے ساتھ کیسا ہوگا۔ سب مجھے دیکھ کر نفرت سے منہ پھیر لیں گے۔ لیکن اس بار میں وہاں سب کے دل جیتنے جا رہی ہوں' وہ مجھ سے کتنے بھی ناراض سہی میں اپنی محبت اور خدمت سے ان کے دلوں میں جگہ بناؤں گی۔ اور تم یہ مت سمجھنا امید! کہ میں اچانک بڑی نیک پروین بن گئی ہوں' یہ واپس جانا بھی دراصل میری خود غرض سوچ ہی ہے۔ وہ رشتوں کی اس مضبوط زنجیر سے دور ہو گئے تھے۔ میں واپس انہیں اسی زنجیر سے باندھنے جا رہی ہوں تاکہ پھر انہیں ایسے نئے رشتے تلاش کرنے کی فرصت ہی نہ ملے۔ میں شوہر کو کسی کے بھی ساتھ شیئر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں سے محبت کرتے تو مجھے برا لگتا تھا لیکن ساس سسر' نندوں اور دیوروں کے ساتھ میں ان کا پیار شیئر کرلوں گی۔ کسی دوسری عورت کے ساتھ انہیں شیئر کرنے کا میں تصور نہیں کر سکتی۔"

وہ سر سے لے کر پاؤں تک تبدیل ہو گئی تھیں۔ ایک بالکل بدلی ہوئی ساحرہ قریشی میرے سامنے کھڑی تھیں۔ بہت سوبر اور بہت میچیور۔ میں نے نیک تمناؤں اور انہیں ان کے مقصد میں کامیابی کی دعائیں دیتے ہوئے رخصت کیا تھا۔ ان کے ہوتے سے وہ سرا ہٹ اور اجنبی شہر میں اپنائیت کا احساس مل جایا کرتا تھا' اب وہ احساس مجھے کہاں سے ملے گا۔ جاتے جاتے وہ مہناز کو میرے پاس رکھوا گئی تھیں۔

"کام بھی اچھا کرتی ہے اور ایمان دار بھی۔ بہت پیسہ' زیور کچھ بھی سامنے رکھا ہو آنکھ اٹھا کر دیکھتی بھی نہیں۔ تمہیں کمپنی بھی مل جائے گی اور گھر کے کاموں میں تمہاری مدد بھی ہو جایا کرے گی۔"

دراصل مہناز ان کے ہاں کا کام چھوڑ جانے پر بہت پریشان تھی۔ اس سے زیادہ اس کی ماں' جو بیٹی کو ایسے ویسے کسی گھر میں کام کے لیے چھوڑنا نہیں چاہتی تھی' ساحرہ بھابھی کے ہاں کا اچھا ماحول اور دن میں گھر کسی مرد کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے ہی اس نے بیٹی کو دن بھر کے لیے ان کے پاس چھوڑ رکھا تھا۔ صبح سات بجے آکر وہ رات آٹھ بجے جایا کرتی تھی۔ خوبصورت' جوان بیٹی گھر گھر پھرنے اور ایسی ویسی نظروں سے بچ بھی گئی تھی اور تمدنی کا بھی معقول انتظام ہو گیا تھا۔

میں کون سی ایسی بااختیار تھی جو اپنی مرضی سے کوئی ملازمہ رکھ سکتی۔ اسامہ سے پوچھے بغیر میں ایسا کر ہی نہیں سکتی تھی۔ خلاف توقع انہوں نے بغیر کسی بحث اور "بجٹ آؤٹ ہو جائے گا" وغیرہ کا ذکر کیے بغیر اسے ملازمہ رکھنے کی اجازت دے دی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

ساحرہ بھابھی کے علاوہ اپنی بلڈنگ میں سوائے ہائے ہیلو کے میری کسی سے ایسی کوئی خاص دوستی نہیں تھی کہ وقت بے وقت بوریت دور کرنے پر ان کے گھر پہنچ جاؤں۔ چنانچہ مہناز کے آجانے پر میں نے کسی قدر دو سراہٹ محسوس کی۔ چلو کوئی بات کرنے والا تو ملا پھر وہ لڑکی سمجھ دار اور ذہین بھی تھی۔ باتیں بھی خاصی معقول کرتی تھی۔ جتنی تیزی سے اس کی زبان چلتی تھی اس سے بھی زیادہ تیزی سے ہاتھ چلتے۔ بڑے سے بڑا کام وہ منٹوں میں کر کے رکھ دیا کرتی تھی۔ پہلے وہ اسامہ کے آفس جاتے وقت صبح گھر پر ایمرجنسی کا ہلا ہوا رہتا تھا۔ اب اس کا دور دور ذکر نہیں تھا۔

وہ ٹھیک سات بجے آتی اور آتے ہی پہلی میں گھس جایا کرتی تھی۔ جھٹ پٹ ناشتہ بنا کر اور ٹیبل پر لگا کر وہ میرے پاس کمرے میں آجایا کرتی۔ میں ابھی جمائیاں لیتی' اسامہ کے کپڑے ہی استری کر رہی ہوتی تھی وہ مجھے ہٹا کر خود کپڑے استری کر دیتی اور پھر اسی پھرتی سے ان کے جوتے پالش کر کے رکھ دیتی۔

چند دنوں میں ہی وہ سارا کام اتنی اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ مجھے کسی بات پر ٹوکنے یا کچھ سمجھانے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی تھی۔ حالانکہ وہ بمشکل سترہ اٹھارہ سال کی تھی' بالکل اسامہ کی مرضی کے مطابق مشروم زوالا آئیٹ بناتی۔ اتنا اچھا اور پھولا پھولا آملیٹ تو مجھ سے بھی نہیں بنتا تھا۔ روز ناشتہ کرتے ہوئے وہ تب ہی تو مہی کے ہاتھوں کے آملیٹ کو یاد کیا کرتے تھے اور صبح صبح میرا خون جلایا کرتے تھے۔ اب صبح صبح ممی کا ذکر سننے سے میرے کان بچ گئے تھے اور ہائی بلڈ پریشر سے بنا بنایا خون بھی جلنے سے بچ گیا تھا۔

چائے تو وہ اتنی مزے کی بناتی تھی کہ اکثر ناشتے میں اسامہ دو کپ چائے پینے لگے تھے۔ وہ بہت اچھی طرح اور ذمہ داری سے کام کر رہی تھی۔

میں اس سے بہت خوش تھی۔ کچھ اس خوشی کی وجہ سے اور کچھ اپنی سدا کی مہمان طبیعت کی وجہ سے میں نے بے دھڑک اپنے کئی اچھے اچھے اور قیمتی جوڑے اسے دے ڈالے تھے۔ وہ تھی بھی بہت کم عمر اس لیے اسے سجنے بننے کا شوق بھی بہت تھا۔ ہر روز میرے دیے کپڑوں میں سے کوئی اچھا اور خوبصورت سا سوٹ پہن کر اور میری ہی دی ہوئی میچنگ کی چوڑیاں اور ایئر رنگز وغیرہ پہن کر وہ خوب سج دھج کر آتی تھی۔ کبھی کوئی مہمان گھر پر آتا تو اتنی خوبصورت اور صاف ستھری ملازمہ ملنے پر میری خوش قسمتی پر رشک کرتا تھا۔

اس نے مجھے کافی حد تک آرام طلب اور سست بنا دیا تھا۔ پہلے جو میں پھرکی کی طرح سارا دن گھر کے کاموں میں مصروف گھومتی رہتی تھی۔ اب خاصی آرام اور سکون میں تھی لیکن یہ آرام اور سکون ہی تو مجھے درحقیقت مہنگا پڑ گیا تھا۔ ساحرہ بھابھی نے کہا تھا کہ مردوں کی ذات بڑی خبیث ہوتی ہے تو کچھ غلط نہیں کہا تھا۔ ان کے شوہر نے تو پھر کچھ اپنے اسٹینڈرز اور اسٹیٹس کا خیال رکھا تھا اور ایک ایم بی اے پاس امیر گھرانے کی لڑکی کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ میرے شوہر صاحب کا معیار اتنا گرا ہوا تھا کہ انہیں گھر میں کام کرنے والی ایک معمولی ملازمہ دل لگانے کے لیے معقول نظر آئی تھی۔ میرے مقابلے پر کسی کو لا ہی رہے تھے تو کم از کم وہ میرے مقابلے کی تو ہوتی۔ ایک معمولی نوکرانی کو انہوں نے میرے برابر لا کھڑا کیا تھا۔

میرا مارے رنج اور صدمے کے جو حال نہ ہو جاتا کم تھا۔ ساحرہ بھابھی کو تو چلو ان کے اعمال کی سزا ملی تھی' میں تو کبھی بھولے بھٹکے بھی کسی پیر یا بابے کے پاس نہیں گئی اور جو یہاں سسرالیوں سے دور ہوں تو کون سا اس میں میری کسی کوشش کا دخل ہے۔ دوبارہ ان کی اسلام آباد پوسٹنگ ہو جائے تو ہم سب کے ساتھ ہی رہیں گے۔ کبھی کسی کا دل بھی نہیں دکھایا' ہمیشہ سب

www.allurdu.com

کا بھلا ہی چاہا پھر بھی میرے ساتھ یہ سب ہو رہا تھا۔
میرا دل چیخ چیخ کر رونے اور ماتم کرنے کو چاہ رہا تھا۔
میں ہمیشہ ہی سے بہت سیدھی سادی اور بھولی بھالی ہوں۔ لوگوں کی مکاریاں اور عیاریاں سمجھنی مجھے کبھی آئی ہی نہیں۔ اپنی اس سادگی کے ہاتھوں۔۔۔ مار کھا گئی۔

شروع شروع میں اسامہ کی مہناز میں زیادہ توجہ کو میں نے محسوس ہی نہیں کیا۔ وہ مجھ سے کہنے کے بجائے اپنا ہر کام اس سے کروانے لگے تھے۔ اس کے بنائے ناشتے اور چائے کی خوب تعریفیں کی جاتیں اور وہ بھی میرے سامنے۔ میں ایسی احمق کے ان کی تعریفوں پر خوش ہوا کرتی تھی۔ پہلی مرتبہ چونکی تو میں اس وقت جب مجھے اپنے جوتے پالش کرتے دیکھ کر انہوں نے ٹوک دیا تھا۔

"تم رہنے دو' مہناز بہت اچھی طرح جوتے چمکاتی ہے۔ کہاں ہے وہ بلاؤ اسے۔"

کیسا محبت سے اس کا نام لیا گیا تھا۔ مجھے آگ ہی تو لگ گئی تھی۔ پھر میرے جواب دینے سے پہلے انہوں نے خود ہی مہناز کو آواز دے کر بلایا تھا۔ وہ کچن میں تھی۔ تیزی سے دوپٹے سے ہاتھ صاف کرتی وہ کمرے میں آئی تھی۔

"جی بھائی۔" وہ اسامہ کو بھائی اور مجھے باجی کہا کرتی تھی۔ بھائی' کہنے سے کوئی بھائی بن تھوڑی جاتا ہے۔ اس کی نیت میں فتور تھا یا نہیں لیکن بھائی صاحب کی نیت تو خراب تھی۔ میرے ہی دیے کاٹن کے اسٹائلش سے ریڈ سوٹ میں وہ خطرناک حد تک حسین لگ رہی تھی۔

میں نے نگاہیں بدل کر اسے دیکھا تو اندازہ ہوا کہ میں ایک فتنہ خود اپنے ہاتھوں اپنے گھر لے آئی ہوں۔ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا اسے ہی کہا جاتا ہے۔ ایک تو منحوس خوبصورت بلا کی ہے۔ اس پر کم بخت کا فگر اور ہائٹ بھی غضب کی ہے۔ کیا شیشیتا کا فگر اور ہائٹ ہوگی جو اس کی تھی' میں دل پر ہاتھ رکھے اس شعلہ سامان اور کافر ادا حسینہ پر اپنے میاں کی مسلسل مرکوز گہری نظریں خاموشی سے دیکھ رہی تھی اور ان نگاہوں کی گہرائی دیکھ کر میرا دل اندر ہی اندر ڈوبا جا رہا تھا۔

دل چاہا اسی وقت اس منحوس کو اپنے گھر سے ہاتھ پکڑ کر نکال دوں۔ کیسا گھنا شوہر ملا تھا مجھے۔ میری ہی آنکھوں کے سامنے گھر کی نوکرانی سے عشق فرمایا جا رہا تھا اور میں احمقوں کی سردار ان کی ہر بات اور ہر کام کے لیے مہناز کو آواز دینے اور اس کی جانب جا تعریفوں کی اصل وجہ سمجھ ہی نہیں پائی۔

"تم بہت اچھے جوتے پالش کرتی ہو مہناز' تمہاری باجی جس طرح اور کوئی کام ڈھنگ سے نہیں کر سکتیں ایسے ہی جوتے چمکانے بھی انہیں کبھی نہیں آئے۔"

وہ ایک شرارتی نگاہ مجھ پر ڈال کر بے تکلفانہ انداز میں اس سے مخاطب تھے۔ وہ ان کا مذاق انجوائے کرتی ہنستے ہوئے جوتے چمکانے بیٹھ گئی تھی۔ میرا غصے کے مارے برا حال تھا۔ سخت غصے میں پیر پٹختی میں کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ باہر نکلتے ہی اپنی حماقت کا احساس ہوا تھا۔ یہ تو میں خود ان دونوں کو موقع فراہم کر رہی ہوں لیکن اب واپس اندر جاتے ہوئے اک اڑے آ رہی تھی۔ ناچار دل پر بوجھ اور پچھتاوا لے لاؤنج میں آ کر بیٹھ گئی تھی۔

وہ ان کے جوتے پالش کر چکی ہوگی۔ اب خود اپنے ہاتھوں سے انہیں جوتے پہنا رہی ہوگی۔ وہ بیڈ پر بیٹھے اپنے بالکل سامنے کارپیٹ پر بیٹھ کر جوتے پہناتی حسین و سیکسی کو پیار بھری نگاہوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔ وہ ان کی نگاہوں سے شرما کر سر جھکائے مسکرا رہی ہوگی اور مسکراتے ہوئے اس کے گالوں میں ڈمپل بھی پڑ رہے ہوں گے۔ اور اس کے ان ڈمپلز پر وہ اپنی کل کائنات قربان کرنے کو تیار ہوں گے۔ میں اس منظر کو سوچتی خود کو بمشکل رونے سے روک رہی تھی۔ کافی دیر بعد وہ ڈائننگ روم میں آئے تھے۔

وہ ڈائننگ ٹیبل پر آ کر بیٹھے تو میں لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی ان کا ہنستا مسکراتا چہرہ دیکھ کر تپ گئی تھی۔ میری

بدحواسی کی اس سے پہلے کب کوئی پروا کی گئی تھی جو آج کی جاتی۔ اور اپنے حساب سے تو انہوں نے مجھ سے ایک مذاق کیا تھا جس پر میں خوامخواہ برا مان گئی تھی۔ میرے ہی کہنے پر آج مہناز نے ناشتے میں پوریاں اور آلو کی ترکاری بنائی تھی۔ وہ بھاگ بھاگ کر اسامہ کے لیے گرما گرم پوریاں اتار رہی تھی اور وہ خوب مزے لے لے کر اس کے پکائے کھانوں کی تعریفیں کرتے کھانے میں مصروف تھے حالانکہ روزانہ ہم دونوں ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کرتے تھے لیکن آج میرے ان کے ساتھ ناشتہ نہ کرنے کا انہوں نے ذرا سا بھی نوٹس نہیں لیا تھا۔

خوب اچھی طرح ناشتہ کر کے اور حسب معمول فرمائش کر کے مہناز سے ایک کپ چائے اور منگوا کر اور اسے مزے لے لے کر پی چکنے کے بعد وہ ایک سرسری سی نگاہ مجھ پر ڈال کر ٹیبل سے اٹھ گئے تھے۔ میں بظاہر اخبار اپنے سامنے پھیلائے بیٹھی تھی۔ وہ بریف کیس اور موبائل اٹھا کر بغیر مجھے خدا حافظ کہے ڈائننگ روم سے نکل گئے تھے۔ حالانکہ ہمارے فلیٹ کے مین دروازے میں آٹومیٹک لاک لگا ہے۔ پیچھے دروازہ بند کرنے کے لیے کسی کے جانے کی ضرورت نہیں' لیکن مہناز پھر بھی ان کے پیچھے پیچھے گئی تھی۔ میں سلگ کر رہ گئی تھی۔

"تمہاری جل کٹری باجی کا موڈ ٹھیک ہو جائے تو انہیں ناشتا کروا دینا۔"

ان کی شوخ سی آواز میری سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔ جواباً" مہناز کیا بولی یہ مجھے سنائی نہیں دیا تھا۔ ناشتہ تو خیر مجھے کیا کرنا تھا بہت بن چکی میں الو۔ میں نے اسی شام جب مہناز کی ماہانہ تنخواہ لینے آئی تو اس کے ہاتھ میں اس مہینے کی پوری تنخواہ رکھ کر کل سے کام پر نہ آنے کا کہہ دیا۔ اگرچہ ابھی مہینہ ختم ہونے میں دو سے تین دن باقی تھے لیکن میں نے پھر بھی اسے پورے مہینے کے پیسے دے دیے تھے۔ مہناز اور اس کی ماں میرے بدلے ہوئے رویے اور کام سے منع کرنے والی بات پر صدمے سے منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھیں۔

بندھی بندھائی معقول آمدنی ہاتھ سے جاتے دیکھ کر ان دونوں ہی کے منہ سیت گئے تھے۔ مہناز کی شکل بالکل رونے والی ہو رہی تھی' اس کی ماں میرے ہاتھ پاؤں جوڑ جوڑ کر مجھ سے پوچھ رہی تھی کہ مجھے اس کی بیٹی سے کیا شکایت ہے۔ کیا وہ کام صحیح نہیں کرتی۔ چھٹی کرتی ہے' وقت پر نہیں آتی۔

میں اسے کیا بتاتی کام کے حوالے سے تو اس نے مجھے کبھی شکایت کا موقع نہیں دیا تھا۔ پچھلے دو مہینے اور اس مہینے کے یہ دس دن اس نے پوری ذمہ داری اور دیانت داری سے کام کیا تھا۔ وہ شاید اسامہ کی طرف اس طرح کے کسی نظریے سے متوجہ بھی نہیں تھی۔ اور اگر بالفرض تھی بھی تو اس کم عمر اور نادان لڑکی کو بہکانے والا بھی میرا شوہر ہی تھا۔ کسی سے اس کی روزی چھینتے دل تو میرا دکھ رہا تھا لیکن ایسی ہمدردی جو میرا گھر ہی جلا کر رکھ دے۔۔۔ میں بھر پائی ایسی ہمدردی اور خدمت خلق سے۔ ڈھونڈیں اب یہ ماں بیٹی کوئی اور شریف گھرانہ۔

جہاں کوئی ایسی ویسی نظر سے نہ دیکھے اور شرافت کے لحاظ سے تو خود میرا گھر ہی مثلوک ہو گیا تھا۔ جب کہ اس کی ماں کی تو شرط ہی یہی تھی کہ بیٹی کو کسی شریف گھر میں جہاں لڑکے اور مرد زیادہ تعداد میں نہ ہوں وہاں چھوڑے گی۔

کافی دیر تک میری منت سماجت کرنے کے بعد وہ دونوں بڑی مایوسی کے عالم میں مجھے خدا حافظ کہتی واپس چلی گئی تھیں۔ شکر میں نے اس فتنے سے جان تو چھڑائی۔ میں نے بڑی گہری طمانیت بھری سانس لی تھی۔

اگلے روز چھٹی کا دن تھا' مہناز ساحرہ بھابھی کے پاس چھٹی کے دن بھی آیا کرتی تھی' چنانچہ میرے پاس بھی اتوار کو چھٹی نہیں کیا کرتی تھی اسامہ سے میری کل صبح سے ہی بات چیت بند تھی۔ وہ خود تو مجھ سے بات کر رہے تھے لیکن میں ان کی پوچھی گئی بات کا مختصر جواب دے کر خاموش ہو جاتی تھی۔ خود سے تو میں نے ان سے ایک لفظ بات نہیں کی تھی' وہ اس طرح

www.allurdu.com

ظاہر کررہے تھے جیسے انہیں میری ناراضی کا علم ہی نہیں۔ صبح وہ دیر سے سو کر اٹھے تھے۔ میں کچن میں ناشتا بنا رہی تھی۔

"مسناز نہیں آئی؟"

اٹھتے کے ساتھ ہی لوگ اللہ کو یاد کرتے ہیں' ایک دوسرے پر سلامتی بھیجی جاتی ہے اور انہیں جاگتے ہی اس منحوس ششمیتا کی فکر لاحق ہوگئی تھی۔ کل سے آج تک جتنا میں برداشت کرچکی تھی وہی بہت تھا۔ اب مزید مجھ میں ہمت نہیں تھی۔

"اسے میں نے نکال دیا ہے۔"

ایک نظر ان پر ڈال کر میں نے بظاہر پرسکون انداز میں جواب دیا۔

"نکال دیا ہے' لیکن کیوں؟" کیسی فکرمندی چھائی تھی ان کے چہرے پر' ایک معمولی ملازمہ کے لیے ہونے والی یہ اغوائی اور تشویش میری برداشت سے باہر تھی۔

"آپ کا اس بات سے کیا تعلق ہے؟" اسے میں نے اپنا ہاتھ بٹانے کے لیے رکھا تھا۔ رکھا بھی میں نے ہی تھا اور نکالا بھی میں نے ہی ہے۔ پھر آپ کو اس قدر تکلیف کیوں ہورہی ہے؟"

میں نے طنزیہ انداز میں ان کی طرف دیکھا تھا۔ اس لب و لہجے میں' میں ان سے پہلی مرتبہ بات کررہی تھی اور اس بات پر یقیناً" وہ بے تحاشا حیران ہورہے تھے۔

"کوئی وجہ بھی تو ہو نکالنے کی۔ یوں بے وجہ کسی سے اس کی روزی چھیننا اچھی بات تو نہیں۔"

میری بدتمیزی کا جواب انہوں نے بڑے تحمل سے دیا تھا لیکن میں اس منحوس کے لیے ہمدردی کا غبار چڑھتا دیکھ کر ہی آگ بگولہ ہوگئی تھی۔

"آپ کو بڑی اس کی حمایتا آرہی ہے۔ بڑی سگی لگتی ہے وہ آپ کی۔" غصے میں ایک بے تکی بات میرے منہ سے نکلی تھی۔

"کیا بدتمیزی ہے امید! تم ہوش میں تو ہو۔ کچھ اندازہ ہے تمہیں کہ تم کس سے مخاطب ہو۔" اب وہ بھی غصے میں آگئے تھے۔ لیکن آج میں اس غصے سے ڈرنے والی نہیں تھی۔

"جی ہاں ہوش میں ہوں' بلکہ اب ہی جاکر تو ہوش میں آئی ہوں۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اس وقت میں اپنے عزت مآب عالی جناب شوہر نامدار سے مخاطب ہوں جو ایک معمولی سی ملازمہ سے میری آنکھوں کے سامنے عشق لڑا رہے ہیں۔"

جس بات سے میں نے ساحرہ پھاپھی کو منع کیا تھا' وہی بات کرنے لگی تھی۔ دوسروں کو نصیحت کرنا بہت آسان ہوتا ہے اور خود اس پر عمل کرنا بہت مشکل۔

"تمہیں شرم نہیں آئی ایسی بات کرتے ہوئے۔ وہ چھوٹی سی بچی' کیا میں اسے اس نظر سے۔۔۔ لاحول ولاقوۃ۔۔۔"

غصہ میں انہوں نے اپنا جملہ ہی نامکمل چھوڑ دیا تھا' گھور گھور کر مجھے دیکھ رہے تھے' آبھی کچا چبا جائیں گے۔

"اسے بچی کی نظر سے دیکھا ہوتا تب ماں' دنیا کے سارے مرد ایسے ہی ہوتے ہیں دل پھینک اور نظرباز۔ میرے تو ایک ایک کام میں سو سو عیب نظر آتے ہیں' اس کے ہر کام پر واہ واہ' آپ کو تو میں اپنی جان بھی نکال کر دے دوں لیکن کیسے کہ یہ کیا ہے کار چوبی ہے۔ دینی ہی تھی تو کچھ ڈھنگ کی چیز تو دیتیں۔ مجھ میں سوائے کیڑے نکالنے کے کچھ آتا ہے آپ کو اور وہ "بچی" بڑی عزیز از جان ہوگئی ہے۔ اس کی ہر ادا اور ہر کام لاجواب ہے۔"

میں اپنی ایم اے کی ڈگری کو بھلائے بالکل جاہل عورت کی طرح ہاتھ نچا نچا کر انہیں طعنے دے رہی تھی۔

"بہت برداشت سے کام لے رہا ہوں میں ورنہ اس بے ہودگی اور بدتمیزی پر ایک تھپڑ تمہارے منہ پر مارتا۔"

وہ بلند آواز میں چیخے تھے' میں ان کے چیخنے اور تھپڑ مارنے والی بات پر بے اختیار رو پڑی تھی۔

"ہاں ایک اسی بات کی کمی رہ گئی ہے وہ بھی پوری کرلیں۔ مفت کی نوکرانی ہاتھ لگی ہے۔ چاہے وہ

ٹوک کریں اف میں کی تھی۔ وہ میرے رونے پر غصے میں روتے ہوئے بولی تھی۔ "کس جہنم میں پھنس گیا ہوں میں" پاؤں پٹختے اور واپس کمرے میں چلے گئے تھے۔

"میں اب ان کے لیے جہنم ہوگئی ہوں اور "وہ" جنت ہوگی ان کی۔"

میں کچن سے نکل کر لاؤنج میں آکر صوفے پر اوندھی لیٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ کچن میں میرے آملیٹ کے لیے پھینٹے گئے انڈے جوں کے توں پڑے تھے۔ ٹوسٹر میں ڈلے سلائس باہر آنے کے لیے چیخ رہے تھے' چولہا جلا ہوا تھا یا بند تھا۔

مجھے اس کی بالکل بھی خبر نہیں تھی۔ بھوکی پیاسی میں بلک بلک کر روئے چلی جارہی تھی۔ "میں بھوکی ہوں یا مرجاؤں یا روتے روتے جان دے دوں انہیں کون سی میری پروا ہے۔ بلکہ وہ تو شکر ادا کریں گے کہ چلو جان چھوٹ گئی۔"

میں روتے ہوئے مسلسل اسی طرح کی باتیں سوچ کر اپنا دل جلا رہی تھی۔ انہوں نے ایک بار بھی کمرے سے باہر نکل کر مجھے آکر دیکھا تک نہیں تھا۔ بلکہ جب سے اسی طرح کمرہ بند کیے پتا نہیں اندر کیا کررہے تھے۔ کر کیا رہے ہوں گے' آرام سے بیٹھ کر ٹی وی دیکھنے لگے ہوں گے یا کمپیوٹر آن کرکے انٹرنیٹ پر مصروف ہوگئے ہوں گے۔ مجھ جیسی بے کار اور فالتو مخلوق کے بارے میں سوچنے کی انہیں ضرورت ہی کیا پڑی ہے۔ کچھ ہی دیر میں کمرے سے گانوں کی آوازیں آنے لگی تھیں۔ مجھے رلا کر اور مار نے کی دھمکیاں دے کر اب سکون سے میوزک سے لطف اندوز ہوا جارہا تھا۔

"شہزاد رائے کا۔" وہ لڑکی کتنی سندر تھی۔" یہ آواز میرے کانوں میں مسلسل ہتھوڑے برسا رہی تھی۔

"یہ سندر لڑکی" کون تھی جسے اتنی شدت سے یاد کیا جارہا تھا میں اس بات سے بخوبی آگاہ تھی اور یہی بات میرے رونے میں شدت پیدا کررہی تھی۔

کافی دیر بعد ان کی حکمیہ آواز میرے کانوں میں آئی تھی۔ درمیان میں شاید دو ڈھائی گھنٹے تو ضرور گزر ہی گئے ہوں گے۔ میں نے ان کی بات پر سر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا اسی طرح کشن میں منہ دیے صوفے پر پڑی رہی تھی۔ میرا رونا ڈرامہ بازی ہے حالانکہ رونے روتے میں خود ہی کافی دیر ہوئی چپ ہوچکی تھی لیکن ڈرامہ بازی کے لفظ پر مجھے دوبارہ رونا آنے لگا تھا۔

"جب کوئی خدمت کروانی ہوتی ہے اسی وقت میری یاد آتی ہے ورنہ تو میں مرجھی جاؤں پلٹ کر پوچھا بھی نہیں جائے گا۔"

کشن میں منہ دیے دیے ہی میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"خشک روٹی کھا لینا' دیکھو دوپہر کے دو بج رہے ہیں تمہیں بھی تو بھوک لگ رہی ہوگی۔"

وہ میرے سر پر کھڑے خفگی بھرے انداز میں گویا ہوئے۔

"میری بھوک کی فکر کرنے کی آپ کو کوئی ضرورت نہیں اور باہر ایک سے ایک اچھا ریسٹورنٹ اور ہوٹل موجود ہے۔ ضروری ہے کیا ہر وقت خادمہ ہی سے پکوا کر کھایا جائے۔؟"

میں دوبارہ رونے لگی تھی وہ جواب میں کچھ بھی نہیں بولے تھے چند سیکنڈ بعد میں نے ان کے لاؤنج سے جاتے قدموں کی آواز سنی۔ یقیناً" میری طرف سے مایوس ہوکر اب کسی ریسٹورنٹ کا رخ کیا جائے گا۔ وہ چار منٹ بعد مجھے کچن سے کھٹ پٹ کی آوازیں آنے لگی تھیں۔ گھر میں ہم دونوں کے علاوہ تیسرا کوئی فرد تھا ہی نہیں' ظاہری بات ہے کچن میں وہ ہی تھے۔ زور زور سے چیزیں گرنے اور زبردست شور کی آوازیں کچن سے آرہی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا کچن میں کوئی زلزلہ آگیا ہے۔ ان کے بس کا کیا ہے کچن میں کوئی چیز تو پیتے نہیں ہیں فریج کے پاس بھی بل کر پانی تک تو پیتے نہیں ہیں کھڑے ہوں تو بھی پانی مجھ سے ہی مانگا جاتا ہے۔

www.allurdu.com

دراصل ان کی عادتیں میں نے ہی خراب کی ہیں۔ اچھا ہے خود پکائیں۔ میری بلا سے جس شخص کو چائے بنانی نہ آتی ہو وہ کھانا کیا بنائے گا۔

"انڈوں میں نمک ڈالا ہوا ہے؟" انہوں نے کچن سے چلا کر مجھ سے پوچھا تھا۔

"یہ مظلومیت ظاہر کرنے کا اچھا طریقہ ہے لیکن میں بھی آج آپ سے مس نہیں ہوں گی' ڈھیٹ بنی رہوں گی۔" میں بغیر کوئی جواب دیے خاموش پڑی رہی تھی۔ وہ کچھ جھنجلا کر واپس لاؤنج میں آئے تھے۔

"اب بتاؤ میں کیا کروں' صرف اتنا ہی بتا دو کہ انڈوں میں کیا کیا چیز ڈال چکی ہو۔" ان کے انداز میں جھنجلاہٹ کے باوجود صلح کی خواہش نظر آرہی تھی۔ یعنی وہ جھگڑا ختم کرنا چاہ رہے تھے۔

"میں کیوں بتاؤں' میں تو جنم ہوں جس میں آپ کو پھنسا دیا گیا ہے۔ جایئے کوئی اچھی سی جنت تلاش کرلیں۔"

زندگی میں پہلی مرتبہ تو وہ مجھے منانے کے موڈ میں اور میرے نخرے اٹھانے کو تیار ہوئے تھے تو میں اتنی جلدی کیوں مان جاتی۔ ہمیشہ میں انہیں مناتی ہوں' ان کے نخرے اٹھاتی ہوں' کیا حرج ہے اگر آج تھوڑے سے میں اپنے نخرے اٹھوالوں۔

"اچھا پکاؤں گا میں' تم صرف بتاتی رہو۔" انہوں نے قطعی جوار دوستانہ انداز اختیار کیا تھا۔

"میں بتاؤں گی بھی نہیں' مجھے مارنے کی دھمکیاں دے کر اور رلوا کر اب یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں آپ کی باتوں میں آجاؤں گی۔"

اپنے اس جملے پر مجھے چڑیا اور چڑے کی کہانی یاد آگئی تھی میرا جملہ بھی تو کچھ کچھ "مارا کوٹا" کوٹنے میں ڈالا ہٹ موئے میں نہیں پکاتی۔" جیسا ہی تھا۔ شکر تھا۔ کہ میرا منہ کشن میں چھپا ہوا تھا ورنہ میرے لبوں پر آئی مسکراہٹ دیکھ کر وہ نرمی اور محبت کا چولا اتار کر حسب عادت اکڑ جاتے۔

وہ ایک مرتبہ پھر لاؤنج سے نکل گئے تھے۔

کافی دیر تک کچن سے زلزلوں سے مشابہ آوازیں آتی رہی تھیں۔

پتا نہیں کیا کیا نقصان کر دیا گیا تھا' یہ سارا پھیلاوا بعد میں مجھے ہی سمیٹنا پڑے گا لیکن پھر بھی اس وقت میں اپنے اکڑنے کو انجوائے کر رہی تھی۔ یہ نہیں لکھ تو نہیں دیا گیا تھا کہ ہمیشہ وہ اکڑیں گے اور میں انہیں مناؤں گی۔ کبھی اس کے برعکس بھی تو ہو سکتا ہے۔

بہت دیر کے بعد وہ دوبارہ لاؤنج میں آئے تھے۔ اب کی بار میرے پاس آکر کھڑے ہونے کے بجائے انہوں نے ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے مجھے اٹھا کر بٹھا دیا تھا۔

"اچھی اسیمہ پیاری اسیمہ' کھانا کھاؤ۔"

حیرت ہے میرے ساتھ ساتھ انہیں بھی اس وقت چڑیا اور چڑے کی کہانی ہی یاد آئی تھی۔ میں ہم دونوں کے پہلی مرتبہ ایک ہی فریکوئنسی پر سوچنے پر دل ہی دل میں حیران ہوئی تھی۔ اب کیونکہ ان کے بالکل سامنے بیٹھی ہوئی تھی اور مسکراہٹ چھپانے کے لیے کوئی کشن بھی سامنے نہ تھا اس لیے میری بے ساختہ مسکراہٹ ان سے چھپ نہیں سکی تھی۔ میرے لبوں پر مسکراہٹ دیکھ کر وہ خود بھی مسکرانے لگے تھے۔

کہانی مکمل ہو گئی تھی' اب مجھے جا کر کھانا کھانا ہی تھا۔ چاہے انہوں نے کچھ بھی بنایا ہو اور کتنا ہی بدذائقہ کیوں نہ ہو۔ میں تو پھر بھی اس سے لطف اندوز ہوں گی۔ خدمت کروانے اور نخرے اٹھوانے کا خمار اتنی جلدی اتر نہیں سکتا تھا۔

"اتنی فضول سی بات کو لے کر تم نے جھگڑا کھڑا کیا۔ اب میرا معیار یہ ہو گیا کہ میں ایک ٹوکرائی پر عاشق ہوں گا۔"

میں انتہائی تیز نمک والے آملیٹ سے "لطف اندوز" ہو رہی تھی جب انہوں نے ایک مرتبہ پھر وہی ذکر چھیڑ دیا تھا۔

"اور میں اتنا پاگل بھی نہیں ہوں' مجھے اگر کچھ کرنا ہی ہو گا تو گھر سے باہر کیا خوبصورت لڑکیوں کی کوئی کمی ہے جو تمہارے سامنے اپنی شامت بلوانے کے لیے ایک معمولی سی ملازمہ کی طرف متوجہ ہوں گا۔ بام کرن ساتم میرے ساتھ ہوتی ہو۔ مجھے کچھ کرنا ہو تو مواقع

بے شمار' تمہیں کانوں کان خبر بھی نہیں ہو گی۔"

وہ سلائس پر پنیر لگاتے ہوئے گویا خود کو ان تمام اذیات سے بری کروانا چاہ رہے تھے جو میں نے ان پر عائد کیے تھے۔ مجھے یقین نہ کرتے ہوئے بھی ان کی باتوں پر یقین کرنا ہی تھا۔ اگر جو وہ میرے لڑنے اور طعنے دینے کے جواب میں ڈھٹائی سے کہتے کہ

"ہاں میں اس سے محبت کرتا ہوں کرلو تمہیں جو کرنا ہے۔ تو میں ان کا کیا بگاڑ لیتی۔ یہاں تو پھر بھی غنیمت ہے کہ وہ اس بات سے انکاری ہیں۔ شاید خود کو بھی ملازمہ کے معمولی ہونے اور اپنے اسٹیٹس اور معاشرے میں اعلا ترین مقام کا خیال آگیا ہے۔

"ہم اسلام آباد واپس کب جائیں گے۔؟"

اپنا بنایا ہوا ناشتہ خود ان سے ہی نہیں کھایا جا رہا تھا۔ چنانچہ میں نے جلدی جلدی فریج سے آٹا نکال کر ان کے لیے ایک عدد پراٹھا پکایا تھا۔

گرم گرم خستہ پراٹھا اور چائے کا کپ لا کر ان کے سامنے رکھتے ہوئے میں نے سنجیدگی سے پوچھا تھا' وہ میرے سوال پر متعجب سے انداز میں مجھے دیکھ رہے تھے۔ یعنی میری بات سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"مجھے ممی اور سب لوگ بہت یاد آرہے ہیں۔"

میرے منہ سے ممی کا ذکر اور وہ بھی اتنے پیار بھرے انداز میں سن کر نوالہ ان کے حلق میں پھنس گیا تھا۔ زور زور سے کھانستے وہ حیرت سے مجھے تکے جا رہے تھے۔ وہ جتنا ممی کے گن گاتے اور ان سے والہانہ پیار کرتے ہیں میں اتنا ہی ان سے چڑتی ہوں' اس بات سے وہ بخوبی آگاہ تھے۔ حالانکہ میں نے کبھی ان کے منہ پر ممی کے بارے میں ایک لفظ نہیں کہا تھا۔ مگر وہ نا سمجھ تو نہیں جو میری ناپسندیدگی کو محسوس نہ کر سکیں۔ ان کی حیرت بے یقینی اور تعجب پر مجھے شرمندگی تو بہت ہو رہی تھی لیکن پھر بھی میرا دل مطمئن تھا۔

جو بات ساحرہ پھپھی نے بہت دیر میں جا کر اور غور کر کے سمجھی تھی وہ میں نے بہت جلدی سمجھ لی تھی۔ یہ شخص جو میرا شوہر ہے یہ اس عورت کا بیٹا بھی تو ہے۔ کیا حرج ہے اگر میں ایک ماں کے ساتھ اس کا بیٹا شیئر کرلوں۔

وہ پورا کا پورا میرا ہو جائے' اسے اس کی ماں سے چھین لوں۔ مجھے اب ایسی کوئی خواہش نہیں' ممی کے ساتھ اسامہ شہریار کو خوشی خوشی شیئر کروں گی' یہ شراکت داری مجھے ہرگز بری نہیں لگے گی لیکن کسی اور عورت کے ساتھ انہیں شیئر کرنے کا میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی۔

دنیا کی بہترین کہانیاں
عمران ڈائجسٹ
شائع ہو گیا ہے'
دنیا بھر سے
منتخب دلچسپ
کہانیاں
پیش کرتا ہے
دلکش تحریروں کا مجموعہ
تھکے ذہنوں کا سامان
ہر ماہ کی
25 تاریخ
کو شائع ہوتا ہے
عمران ڈائجسٹ
اردو بازار ۔ کراچی